جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نہم

بحار الانوار

ملا محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

در حالات

حضرت ابوالحسن ثالث

امام علی بن محمد النقی علیہ السلام

حصّہ دوم امامِ دہم

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی ابنِ امام محمد تقی علیہما السّلام

باب اوّل

القاب، کُنیت، ولادت وشہادت

جائے سکونت ۱۱۶
اسمِ گرامی ۱۱۶
والدۂ محترمہ ۱۱۶
تاریخِ ولادت ۱۱۷
نقشِ خاتم ۱۱۹
تاریخِ وفات، جائے دفن، خلفاءِ وقت ۱۱۹

باب دوم

امامت کیلئے اقوال ونصوصِ امامؑ

قوم کا اجتماع ۱۲۲
حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی نص ۱۲۳
ابوالحسنؑ مجھ سے مشابہ ہے ۱۲۴

باب سوم

اخبار و معجزات

ملکیتِ امامؑ ۱۲۶
ایک معجزہ ۱۲۶
سنگریزوں کا سونے میں تبدیل ہونا ۱۲۶
ہوا نے امامؑ کا احترام کس طرح کیا ۱۲۷
اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے ۱۲۸
ایک مبروص کی صحت ۹
ایک ہندی شعبدہ باز کی ہلاکت ۹
ایک اور معجزہ
ترکی سردار کے بچپن کا نام ۱
اخبار العلوم ۱
ایک ظالم حاکم سے نجات ۲
منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام ۳
تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے ۴
سُرّ من رائے اُجڑنے کی پیش گوئی ۳۵
حق بحقدار رسید ۳۵
علم الاخبار ۳۶
ایک اور اعجاز ۳۸
علمِ ما فی الضمیر ۴۱
علم ما فی الارحام ۴۲
علمِ منایا ۴۳
زیرِ مصلّے جوابِ مسئلہ ۴۸
دعاء قبولِ حاجات ۴۹
استجابتِ دعاء ۱۵۱
سخاوت ۱۵۳
احیائے موتیٰ ۱۵۳
سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں ۱۵۴
مردِ مومن کے قرض کی ادائیگی ۱۵۵
تارکِ التقیہ تارک الصلوٰۃ کے برابر ہے ۱۵۶
محمدؐ میرے جد ہیں یا آپ کے؟ ۱۵۷
فارسی زبان کا علم ۱۵۷
سقلانی زبان میں گفتگو ۱۵۹
عطائے محمدؐ عطائے علیؑ ۱۶۰
امامؑ اور اسپ کا مکالمہ ۱۶۱
پرندوں کی نظر میں امامؑ کا احترام ۱۶۳
امامؑ کی فوج کی شان ۱۶۴
متوکل نے امامؑ کی زیارت پر پابندی لگادی ۱۶۵
رُعبِ امامؑ ۱۶۷
میں امامت کا کیوں قائل ہوا؟ ۱۶۸
زمین کے ہر خطّے میں قبریں ہیں ۱۶۹
طیّ الارض ۱۷۰
زینب بنتِ فاطمہؑ ہونے کی دعویدار ۱۷۲
مالِ کثیر کا مفہوم ۱۷۴
یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور اُن کے جوابات ۱۷۵
سزا کے خوف سے اسلام لانے کی سزا ۱۸۰
معرفت پر ایک تفصیلی گفتگو ۱۸۱
یزداد طبیب ۱۸۵

باب چہارم

خلفائے وقت

متوکل کا ارادۂ قتل ۱۸۸
ارادۂ گرفتاری ۱۹۰
اسیری اور پھر ارادۂ قتل ۱۹۱
مدینہ سے روانگی ۱۹۳
بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس ۱۹۸
متوکل کے قتل کی پیش گوئی ۱۹۹
متوکل کے لیے بددعاء ۲۰۰
شہر کا بِقتل ۲۰۲
صلۂ رحمی ۲۰۲
محمدؐ بن حنفیہ کی اولاد کی جرأت ودلیری ۲۰۳
یومَ یعض الظالم ۲۰۵
گریبان چاک کرنے کا جواز ۲۰۵

باب پنجم

اولادِ امامؑ اور حالاتِ جعفر کذّاب

اولادِ امام علی النقی علیہ السّلام ۲۰۸
جعفر کا کردار برادرانِ یوسفؑ جیسا ۲۰۸
جعفر کا امامؑ کی تفتیش پر مقرر ہونا ۲۰۹
جعفر کذّاب کے متعلق توقیعِ امامِ عصرؑ ۲۰۹
یہ ننگِ خاندان ہے۔ ۲۱۳
جعفر کذّاب کا حضرت جعفرؑ طیّار کے
خاندان کی لڑکی کا فروخت کرنا ۲۱۳

باب ششم

احوالِ اصحابِ امام علیہ السّلام

سہل بن یعقوب ابولواس ۲۱۶
اختیاراتِ امامؑ ۲۱۶
دربان و وکیل ۲۱۷
ابوالغوث شاعرِ آلِ محمدؐ ۲۱۷
بقاء غلام ترکی کے بارے میں رسولؐ کی دعاء ۲۱۸
اصحابِ امامؑ ۲۲۰
فارس ایک قابلِ مذمت شخص تھا ۲۲۱
ابوالہاشم جعفری ۲۲۲
ابوعلی کو حسین بن عبدربہ کا قائم مقام بنانا ۲۲۲
ابوعلی بن راشد کے متعلق امامؑ کا خط ۲۲۳
الیسع بن حمزہ قمی کو دعاء کی تعلیم ۲۲۴
میرے لیے حائرِ حسینیؑ میں دعاء کی جائے ۲۲۵

① — جائے سکونت

صاحبِ معانی الاخبار بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ سرمن رائے کا وہ محلہ جس میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے اُس کا نام عسکر تھا، اس لیے دونوں میں سے ہر ایک کو عسکری (عسکر کے رہنے والے) کہتے ہیں۔ (معانی الاخبار ص۶۵)

② — اِسمِ گرامی

حضرت امام ابوالحسن ثالث علی بن محمد النقی علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی النقی الجواد علیہ السلام (امام نہم) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی روح سب سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھو نہایت حسین و جمیل، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ کامل۔ خاموش رہیں تو چہرے پر رُعب و جلال اور عزّ و وقار نمایاں، گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں اپنے جد کی مثال آپ خاندانِ نبوّت کے ایک فردِ منفرد، خلافت و وصایت کے لیے جائے قرار۔ شجرۂ طیبہ محمدیہ کی ایک پسندیدہ شاخ اور بارآور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر تھے۔

③ — والدۂ محترمہ

آپ کی والدۂ گرامی قدر اُمِ ولد تھیں جن کا نام نامی سمانہ مغربیہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ سیدہ ام الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

④ — تاریخِ ولادت

آپ ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۲۱۲ھ میں مدینہ سے متصل ایک مقام صریا میں تولد ہوئے۔ مگر ابنِ عیاش کے قول کی بنا پر آپ کی تاریخِ ولادت ۵ رجب سنہ ۲۱۴ھ

- حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قریب مقام صریا ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۲۱۲ھ کو ہوئی۔ اور وفات مقامِ سرمن رائے میں ماہِ رجب سنہ ۲۵۴ھ میں ہوئی وقتِ وفات آپ کا سن اکتالیس سال کا تھا۔
- متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ بن اعین کو بھیج کر آپ کو مدینہ سے سرمن رائے بلایا۔ پھر آپ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی مدّتِ امامت تینتیس ۳۳ سال ہے۔ آپ کی والدہ امِ ولد تھیں جن کو سمانہ کہہ کر پکارا جاتا۔ (ارشاد ص۳۰۷)
- کتاب اعلام الورٰی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام مقام صریا میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا، وہاں ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔
- ابن عیاش کی روایت کے مطابق ۵ رجب روزِ سہ شنبہ سنہ مذکور میں تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ تھا۔
آپ کے القاب نقی، قائم، فقیہ، امین اور طیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ (اعلام الورٰی ص۲۲۹)
- شیخ کفعمی نے اپنی کتاب مصباح میں تحریر کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن علی ابنِ محمد ابن علی عسکری علیہ السلام ۲۷ ذی الحجہ کو تولد ہوئے۔
- ابن عیاش کا قول ہے کہ میرے گھر والوں کو شیخ کبیر ابوالقاسم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ دعا ملی: "پروردگارا! میں تجھ سے ان دو مولودین کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جو ماہِ رجب میں تولد ہوئے ایک محمد بن علیؑ (امام محمد تقیؑ) اور دوسرے ان کے فرزند علی بن محمدؑ (امام علی نقیؑ)
ابن عیاش کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی علیہ السلام ۲ رجب کو تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ۵ رجب کو تولد ہوئے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ابراہیم بن ہاشم قمی کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی نقی علیہ السلام ۱۴ رجب روزِ سہ شنبہ سنہ ۲۱۴ھ کو تولد ہوئے۔
- کافی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ذی الحجہ سنہ ۲۱۲ھ میں تولد ہوئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ماہِ رجب سنہ ۲۱۴ھ میں تولد ہوئے آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں، جن کا اسمِ گرامی سمانہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص۴۹۷)
- محمد بن طلحہ اپنی کتاب کشف الغمہ میں تحریر کرتے ہیں: آپ کی ولادت ماہِ رجب سنہ ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سمانہ مغربیہ تھا۔ کچھ لوگ اس کے علاوہ دوسرا نام بتلاتے ہیں

آپؑ کا اسمِ گرامی علی ہے۔ آپؑ کے القاب ناصح، متوکل، مفتاح،
مرتضیٰ ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے، مگر اس لقب کو آپؑ چھپاتے او
اپنے اصحاب سے فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کیا کریں، کیونکہ یہی خلیفۂ وقت کا بھی لقب
آپؑ کی وفات ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۴ھ کو معتز کے دورِ خلافت میں ہو
اس طرح آپؑ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ اپنے والد کے ساتھ آپؑ نے چھ سال پانچ ماہ گ
اور والد کی وفات کے بعد تینتیس ۳۳ سال کچھ مہینے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال عمر
آپؑ کی قبرِ مبارک سُرّ من رائے میں ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۳۲)

• حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپؑ کا سنِ ولادت ۲۱۴ھ اور سنِ
۲۵۴ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ آپؑ کی قبرِ مبارک سُرّ من
میں ہے۔ منتصر کے عہد میں آپؑ وہاں دفن ہوئے۔
آپؑ کا لقب ہادی اور آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔

• یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو مدینہ میں تولد ہوئے اور ماہ
میں سُرّ من رائے کے اندر وفات پائی۔ وقتِ وفات آپؑ کی عمر اکتالیس ۴۱ سال چند ماہ
آپؑ کی قبر سُرّ من رائے میں خود اپنے ہی گھر کے اندر ہے۔

• ابنِ خشاب کا قول ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری علی بن محمدؑ (امام علی نقیؑ)
ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ صرف چھ س
پانچ ماہ رہے اور ۲۵ جمادی الآخر روز دوشنبہ ۲۵۴ھ میں وفات فرمائی یعنی اپنے
کے بعد تینتیس ۳۳ سال اور کچھ دن کم سات ماہ زندہ رہے۔ آپؑ کی قبر سُرّ من رائے میں ہے۔ آ
کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔ مگر انھیں منفرشہ مغربیہ بھی کہا جاتا تھا۔
آپؑ کے القاب نقی، ناصح، مرتضیٰ اور متوکل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔
(کشف الغمہ جلد ۳ صـ ۲۳۲)

• ابراہیم بن ہاشم قمی سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام
کی وفات دوشنبہ ۳ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی۔

• ابنِ عیاش کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات
۳ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی اس وقت آپؑ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ (مصباح کفعمی)

• حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی وفات ماہ رجب ۲۵۴ھ میں ہوئی اور
سُرّ من رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپؑ نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابومحمد حسن عسکری

(جو آپ کے بعد امام ہوئے) حسین، محمدؒ، اور جعفر کو چھوڑا۔ ایک دختر عائشہ تھیں، اور آپؑ کا
قیام سُرّ من رائے میں وفات تک دس سال چند ماہ رہا۔ (ارشاد صـ ۳۱۳ - ۳۱۴)

۵ ـــ نقشِ خاتم

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام
کا یومِ ولادت ۱۵ ذی الحجہ روزِ سہ شنبہ ۲۱۲ھ ہے۔
فصول المہمہ میں تحریر ہے کہ آپ کا رنگ گندمی تھا اور آپؑ کا نقشِ خاتم:
"اللہ ربی وھو عصمتی من خلقہ" تھا۔

• مصباح کفعمی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی تاریخِ ولادت یوم جمعہ
۲ رجب ہے، بعض کہتے ہیں کہ ۵ رجب ۲۱۲ھ ہے۔ آپ کی ولادت عہدِ مامون میں ہوئی۔
آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی سمانہ ہے۔ آپؑ کا نقشِ خاتم:
"حفظاً لعھود من اخلاق المعبود" تھا۔
آپؑ کی پانچ اولادیں تھیں۔ آپؑ کی تاریخِ وفات ۳ رجب روز دوشنبہ ۲۵۴ھ
ہے۔ آپؑ کو معتز نے زہر دیا۔ آپ کے دربان کا نام عثمان بن سعید ہے۔

۶ ـــ تاریخِ وفات، جائے دفن اور خلفائے وقت

حضرت امام علی النقیؑ
نے سُرّ من رائے میں ماہِ رجب ۲۵۴ھ میں وفات پائی، اس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال
چند ماہ کا تھا۔ متوکل نے آپؑ کو یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ مدینے سے سُرّ من رائے بلایا، پھر آپ اپنی
وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپؑ کی مدتِ امامت ۳۳ سال تھی۔ آپؑ کے دورِ امامت میں
معتصم کا بقیہ عہدِ خلافت رہا، پھر اس کے بیٹے منتصر نے چند ماہ خلافت کی، پھر مستعین یعنی
احمد بن محمد بن معتصم نے دو سال نو ماہ خلافت سنبھالی، پھر معتز یعنی زبیر بن متوکل کی آٹھ سال
چھ ماہ کی خلافت کا زمانہ تھا اور اسی کے آخری عہد میں اللہ کے ولی حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے
شہادت پائی اور سُرّ من رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے، اور سُرّ من رائے میں آپؑ کا قیام
وقتِ وفات تک بیس سال چند ماہ رہا۔ (اعلام الوریٰ صـ ۳۳۹)

مروج الذہب مسعودی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی
وفات معتز باللہ کے عہدِ خلافت میں دوشنبہ ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو ہوئی۔ وہ اس وقت بعمر

بحار الانوار

باب ۲

امامت کے لیے اقوال و نصوص امام علیہ السلام

چالیس سال تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اُس وقت بیالیس سال کے تھے۔ بعض لوگ اس سے کم عمر بھی بتلاتے ہیں۔ میں نے ایک حبشی کنیز کو آپ کے جنازے پر یہ بین کرتے ہوئے سُنا "ہائے دوشنبہ کے دن ہم لوگوں پر یہ کیسی مصیبت نازل ہوئی۔ احمد بن متوکل نے شارع میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپؑ وہیں سامرہ میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۶ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو وفات پائی اس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال چھ ماہ، اور بنا بر روایتِ دیگر چالیس سال تھا۔ متوکل یحییٰ بن ہرثمہ کے ذریعے سے آپ کو مدینے سے نکالا اور سُر من رائے میں بلایا، وہیں آپ نے انتقال فرمایا، اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (الکافی جلد ۱ ص۴۹۷)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے سُر من رائے میں ۳ رجب بوقت دوپہر ۲۵۴ھ وفات پائی، اُس وقت آپؑ کا سن اکتالیس سال سات ماہ کا تھا۔ آپؑ کی مدتِ امامت ۳۳ سال ہے اور سُر من رائے میں قیام کی مدت وقتِ وفات تک بیس سال چند ماہ ہے۔ (روضۃ الواعظین)

• حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی والدۂ گرامی کا نام سمانہ تھا۔ آپ مدینۂ منورہ ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور سُر من رائے میں دوشنبہ ۳ رجب ۲۵۴ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (کتاب الدروس)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام معتمد کے آخری دورِ خلافت میں زہر سے شہید کیے گئے۔ ابن بابویہ کا قول ہے کہ آپ کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۴ ص۴۰۱)

• **آپ کی وفات پر مرثیہ:** کتاب المقتضب میں ابن عیاش سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث کی وفات پر اسماعیل بن صالح صیمری نے آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی:

زمین خوف کے مارے زلزلے میں آگئی اور اُس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔
اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہوگئے ہیں اب گیارھواں ستارہ طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمد حسن ہادی ہے۔
ان کے بعد اُمید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوگا جو بہت بلندی پر ہوگا وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔
اللہ کو یہ منظور نہ ہوگا کہ اس پر کوئی تطاول کرے۔

① = آپ کی امامت پر قوم کا اجماع

ابن قولویہ نے کلینیؒ سے اور [illegible] نے اپنے اسناد کے ساتھ خیرانی سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام (امام محمد تقی علیہ السلام) کی ڈیوڑھی پر ملازم تھا اور خدمات انجام دیتا تھا، اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ ہر رات کے بعد سحر کے وقت آیا کرتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام کے مرض کا کیا حال ہے۔

فرستادہ امام محمد تقی علیہ السلام جو خیرانی اور امام ابوجعفر محمد تقی علیہ السلام کے درمیان رابطہ کا کام کرتا، جب کبھی آتا تو احمد بن محمد اُٹھ کر چلے جاتے تاکہ اُسے تخلیہ کا موقع ملے۔

خیرانی کا بیان ہے کہ ایک شب وہ فرستادہ آیا، احمد بن محمد وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے اور فرستادہ کو تخلیہ کا موقع دیا لیکن احمد بن محمد گھوم پھر کر واپس آ کر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں سے اُن دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

فرستادہ نے کہا، تمہارے آقا نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اب رخصت ہو کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا رہا ہوں لہٰذا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عہدۂ امامت میرے بعد میرے فرزند علیؑ (النقی) کے لیے ہے۔ ان کے لیے تم لوگوں پر وہی فرض ہے جو میرے والد بزرگوار کے بعد میرے لیے تم سب پر عائد ہوا تھا۔

یہ پیغام دے کر فرستادہ تو چلا گیا۔ اور احمد بن محمد پھر واپس آئے اور کہنے لگے اے خیرانی! اس فرستادہ نے تم سے کیا کہا تھا؟

میں نے کہا، سب خیریت ہے۔

اُنھوں نے کہا، مجھ سے نہ چھپاؤ، جو کچھ اُس نے تم سے کہا ہے میں نے سن لیا ہے۔ یہ کہہ کر جو کچھ احمد بن محمد نے سنا تھا مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا، یہ تم نے حرام اور ناجائز کام کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ [illegible] (سورۂ الحجرات [illegible]) لوگوں کی [illegible] کھوج اور تجسس میں نہ لگو۔

اچھا اب اگر تم نے سن ہی لیا ہے تو یاد رکھنا، وقتِ ضرورت اس کی گواہی بھی دینی ہوگی، مگر وقت سے پہلے اس کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خط لکھے ان پر اپنی مہر لگائی اور اپنے معتمد و معتقد اصحاب کو ایک ایک خط دیدیا اور کہہ دیا کہ اس کو محفوظ رکھو، اگر مانگنے سے پہلے مجھے موت آجائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں اپنے گھر سے اسی وقت باہر نکلا، معلوم ہوا کہ رؤسائے قوم محمد بن فرج کے گھر جمع ہیں اور امامت کے عہدہ پر ہی گفتگو ہو رہی ہے۔ مجھے محمد بن فرج نے خط لکھ کر مطلع کیا کہ قوم کے معتقد حضرات میرے مکان پر جمع ہیں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بات مشہور ہو جائے گی تو ہم سب لوگ آپ کے گھر خود آتے اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ خود ہی اپنی سواری لیکر میرے گھر آجائیں۔

یہ خط ملا تو میں سواری پر وہاں پہونچا اُن لوگوں سے گفتگو کی اور اُن کی رائے سنی تو میں نے دیکھا کہ اُن میں سے اکثر شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنھیں میں نے رقعات لکھ کر دیے تھے، چنانچہ میں نے اُن سے کہا کہ اب تم لوگ میرے رقعات نکال لاؤ۔ وہ لوگ رقعات نکال لائے۔

میں نے کہا، اسی کا مجھے حکم دیا گیا تھا، اب تم ان رقعات کو سب کے سامنے پڑھ کر سنا دو۔

اُنھوں نے رقعات کو پڑھا تو سب نے کہا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس کی گواہی دے تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ تو صرف آپ ہی کی تحریر اور آپ ہی کا بیان ہے۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے از خود دوسری گواہی کا بھی انتظام فرما دیا ہے۔ دیکھو! یہ ابوجعفر اشعری بیٹھے ہوئے ہیں جنھوں نے اُس فرستادہ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے۔

اُنھوں نے ابوجعفر اشعری سے پوچھا۔ اُنھوں نے گواہی دینے میں توقف کیا۔

میں نے کہا، اے ابوجعفر اشعری! آؤ اس بات پر مباہلہ کرلیں۔

یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلدی اقرار کر لیا کہ ہاں میں نے بھی سنا تھا، مگر میں چاہتا تھا کہ یہ عہدہ اہلِ عرب میں سے کسی اور کو ملے، مگر مباہلہ کا سامنا ہے تو پھر کتمانِ شہادت کی اب کوئی راہ نہیں ہے۔

پھر جب تک حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہ کر لیا، اُس وقت تک افرادِ قوم وہاں سے نہیں گئے۔

واضح ہو کہ آپ کی امامت پر نص کے سلسلہ میں روایات کا ایک طویل سلسلہ ہے اگر ہم اس کی تفصیل پیش کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی تمام قوم کا آپؑ کی امامت پر اتفاق نیز ان کے مقابلہ میں اس وقت کسی اور کا دعوئ امامت نہ کرنا یہ بھی آپؑ کی امامت کا ایک بڑا ثبوت ہے پھر اجماع کے بعد آپؑ کی امامت پر جو نصوص کی روایات ہیں ان کو تفصیل سے پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ (اعلام الوریٰ، ارشاد)

(۲) — حضرت امام محمد تقیؑ کی نص

صقر بن دلف سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوجعفر امام محمد بن علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: "میرے بعد میرا فرزند (میرا جانشین اور) امام ہوگا۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ اور علیؑ کے بعد اس کا فرزند حسنؑ، امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ۲ ص۵)

(۳) — حضرت امام محمد تقیؑ کا قول "ابوالحسنؑ مجھ سے مشابہ ہے"

عیون المعجزات میں ہے کہ حمیری نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت ابوجعفر امام محمد تقی علیہ السلام مدینہ سے عراق جانے لگے تو آپ نے حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ ان کی امامت کے لیے نص فرمائی پھر پوچھا، تمہارے لیے عراق کا کونسا تحفہ ہونا چاہیے؟

آپ نے فرمایا، ایک تیغ شرربار۔

پھر اپنے صاحبزادے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا، تمہارے لیے کیا تحفہ ہونا چاہیے؟ انھوں نے کہا، ایک گھوڑا۔

آپؑ نے فرمایا، ابوالحسن علی النقی مجھ سے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہ ہے۔

• اسماعیل بن مہران سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوجعفرؑ پہلی مرتبہ مدینہ سے بغداد جانے لگے تو آپؑ کی روانگی کے وقت میں نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر نثار، میں اس سفر میں آپؑ کے لیے کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں، یہ فرمائیے کہ آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

پھر جب معتصم نے آپؑ کو طلب کیا، میں نے پھر عرض کیا، جانم بقربان، اب فرمائیے آپؑ کے بعد امام کون ہوگا؟ اس مرتبہ آپؑ نے گریہ فرمایا اور کہا، سنو! اس کے بعد میرا فرزند علی امام ہوگا۔ (کمال الدین جلد ...)

بحار الانوار

باب ۳

آپ کے متعلق اخبار اور معجزات

(۱) ملکیتِ امام ؟

صاحبِ عسکر سے روایت ہے ...
کہ میں نے ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا، میں آپؑ پر قربان ...
پاس لائی جاتی ہے اس کے لیے یہی کہا جاتا ہے کہ یہ چیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام ...
پاس ہے، پھر میں کیا کروں ؟

آپؑ نے فرمایا، جو چیز بحیثیت سہمِ امام کے حضرت ابو جعفر علیہ السلام ...
اب ہماری ہے اور جو چیز اس کے علاوہ ہے وہ کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ کی بناء پر ...
(کافی جلد ...)

(۲) ایک معجزہ

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ایک ...
ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا، تو آپؑ نے مجھ سے ہندی میں ...
میں آپؑ کی گفتگو نہ سمجھ سکا۔ آپؑ کے سامنے کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے ان ...
کنکری اٹھائی، منھ میں ڈالی اور میری طرف پھینک کر فرمایا:

اے ابوالہاشم! اس کو چوسو۔

میں نے اٹھا کر منھ میں رکھ لیا، کچھ دیر اس کو چوستا رہا، اس کے بعد ...
آپؑ کے پاس سے اُٹھا تو میں تہتر ۷۳ زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا، جن میں ہندی زبان ...
(مختار الخرائج والجرائح ص ...)

علی بن حبشی بن قونی نے جعفر سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (...)

(۳) سنگریزوں کا سُرخ سونے میں تبدیل ہونا

ابوالہاشم جعفری ...
روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن امام ... علیہ السلام کے ساتھ ... [illegible]

باہر کسی کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اُس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپؑ کے بیٹھنے کے لیے
زین پوش ڈال دیا۔ آپؑ اُس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔
دورانِ گفتگو میں نے آپؑ سے اپنی تنگدستی اور بدحالی کی شکایت کی۔ آپؑ نے ہاتھ بڑھایا اور
جن سنگریزوں کے قریب آپؑ تشریف فرما تھے اُن میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور
ارشاد فرمایا: لو! یہ تمھارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔

جب ہم وہاں سے واپس آ گئے تو دیکھا کہ اُن سنگریزوں میں چمک ہے، اور
اُن کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ، میں نے ایک سنار کو بلایا اور
کہا، ذرا ان کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے۔؟

اُس نے کہا، یہ تو بہترین سونا ہے اس سے بہتر سونا تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔
یہ تو سنگریزوں کی شکل میں ہے، یہ کہاں سے مل گیا؟ یہ تو حیرت کی بات ہے۔

میں نے کہا، یہ میرے پاس زمانۂ قدیم کا تحفہ ہے۔ (مختار الخرائج والجرائح ص۲۳۳)

(۴) ہولنے امامؑ کا احترام کس طرح کیا ؟

سمیلہ کاتب جو سُرَّ مَن رائے کے
واقعہ نگاری پر مامور تھا، کا بیان ہے کہ متوکل اپنی سواری پر جامع مسجد جایا کرتا تھا۔
اس کے ساتھ اچھے خطیبوں کی تعداد بھی ہوتی تھی۔ اُن ہی میں عباس بن محمد کی اولاد کا ایک شخص
بھی جاتا تھا، جس کا لقب ہرلیسہ تھا، جن کی متوکل بہت تحقیر کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو متوکل
نے ہرلیسہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ ہرلیسہ نے منبر پر جاکر بہت عمدہ خطبہ دیا، مگر قبل اس کے
کہ وہ منبر سے اترے، متوکل خود نماز پڑھانے کے لیے مصلّے پر پہونچ گیا۔

یہ دیکھ کر ہرلیسہ منبر سے اُترا، اور آگے بڑھ کر پیچھے سے اُس کا گلا پکڑ لیا اور بولا
اے امیر المومنین! تمھیں معلوم نہیں کہ جو جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہے وہی جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا ہے ؟

یہ سن کر متوکل بولا، میں نے تو چاہا تھا کہ تمھیں شرمندہ کروں، مگر تم نے تو مجھ
ہی کو شرمندہ کر دیا۔

ایک مرتبہ آلِ محمدؐ کے دشمنوں میں سے ایک شخص نے متوکل سے کہا: اے امیر المومنین!
آپ علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) کے ساتھ جتنے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں
اتنا کوئی پیش نہیں آتا۔ آپ کے گھر کا ہر فرد اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں
کہ جب وہ آتے ہیں تو کوئی بڑھ کر اُن کے لیے دروازہ کھولتا ہے، کوئی بڑھ کر دروازے کا پردہ

اُٹھاتا ہے! اور یہ ایسا عمل ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اگر خلافت کے حقیقی مستحق یہ نہ ہوتے تو ہرگز اُن کا اتنا احترام نہ کیا جاتا۔

لہٰذا، متوکل کے خادموں نے یہ طے کر لیا کہ اب ان کے لیے دروازے کا پردہ کوئی نہیں اُٹھائے گا، یہ کام وہ خود ہی کریں گے، جس طرح دیگر افرادِ خانہ وغیرہ گھر میں داخل ہوتے اسی طرح علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) بھی داخل ہوں۔

ادھر متوکل کا یہ حکم تھا کہ ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ واقعے کی بھی خبر دی جائے۔

لہٰذا اسی واقعہ نگار نے لکھا کہ جب علیؑ ابن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) تشریف لائے تو کسی خادم نے بڑھ کر دروازے کا پردہ نہیں اُٹھایا، معاً ایک تیز جھونکا آیا جس نے آپؑ کا استقبال کیا اور پورا پردہ اُٹھا دیا، آپؑ اندر داخل ہو گئے۔

جب متوکل کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ جب وہ باہر جانے لگے تو کیا ہوا؟

واقعہ نگار نے لکھا کہ آپؑ باہر نکلنے لگے تو پہلی ہوا کے مخالف ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اس نے پردہ اُٹھا دیا، آپؑ باہر چلے گئے۔

متوکل نے کہا، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہوا اُن کے استقبال میں پردہ اُٹھایا کرے اس سے تو اُن کی فضیلت لوگوں پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ لہٰذا تم لوگ خود پردہ اُٹھا دیا کرو۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

(۵) — اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ

ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مولا! میں آپؑ پر قربان، یہ سب لوگ ہر طرح یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں اور اللہ کے نور کو (آپؑ کو) بجھا دیں یا گھٹا دیں۔ یعنی آپ کو فقیروں کی سرائے میں ٹھہرایا ہے تاکہ آپ کی بے حرمتی کریں۔

آپؑ نے فرمایا: اے ابنِ سعید! مت افسوس کرو، دیکھو تمھیں ہماری صحیح معرفت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور فرمایا، ذرا ادھر تو دیکھو!

اب جو میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ ہر طرف سرسبز باغات ہیں ان میں معطر حوریں ہیں، موتیوں کی طرح پُر آب و تاب، غلمان ہیں، چڑیاں چہچہا رہی ہیں، ہرن چوکڑی بھر رہے ہیں، نہریں جاری ہیں۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا، آپؑ نے فرمایا، اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے۔

- کلینی نے بھی حسین سے یہی روایت کی ہے۔ (اعلام الوریٰ ص ۳۴۸، کافی جلد ا صفحہ ۴۹۹)
- محمد بن یحییٰ نے بھی صالح بن سعید سے یہی روایت کی ہے۔ (بصائر الدرجات ص ۴۰۶)

(۶) — ایک مبروص کی صحتیابی

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ:

سُرّ مَن رائے کے ایک شخص کے جسم پر سفید داغ نمودار ہو گئے اور اس کی زندگی کا لطف جاتا رہا ایک دن وہ ابوعلی فہری کے پاس بیٹھا ہوا اپنا دکھ درد بیان کر رہا تھا:

اُس نے کہا، تم اگر حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے دعا کے لیے التجا کرو، تو اُمید ہے کہ یہ تمھارا مرض دور ہو جائے۔

چنانچہ ایک دن جب امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر سے واپس تشریف لا رہے تھے، وہ شخص سرِ راہ بیٹھ گیا۔ جب اس نے آپؑ کو آتے ہوئے دیکھا تو اُٹھا اور چاہا کہ آپؑ کے قریب پہونچ جائے، آپؑ نے دور ہی سے کہا:

"قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا، قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا۔ قریب نہ آؤ، اللہ تمھیں صحتیاب کرے گا۔"

یہ الفاظ آپؑ نے تین مرتبہ فرمائے۔ وہ شخص دور ہٹ گیا، اور اسے قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے واپس آ کر فہری کو سارا واقعہ سُنایا۔

اُس نے کہا، یہ تو انھوں نے تمھاری التجا سے پہلے ہی دعا فرما دی۔ اب جاؤ انشاء اللہ تم صحتیاب ہو جاؤ گے۔ وہ شخص یہ گفتگو کر کے اپنے گھر واپس آیا اور سو گیا جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس کے جسم پر برص کا نشان تک باقی نہ رہا۔ (الخرائج والجرائح)

(۷) — ایک ہندی شعبدہ باز کی ہلاکت

ابوالقاسم بن ابی القاسم بغدادی نے زرارہ (حاجبِ متوکل) سے روایت ہے کہ ہند سے ایک بے مثل و ماہر شعبدہ متوکل کے دربار میں آیا۔ وہ چیزوں کے غائب کر دینے کا کرتب دکھاتا تھا۔ متوکل بھی اسی قسم کے لغویات کا بڑا شائق تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کے ذریعے سے علی بن محمدؑ علیہ السلام کو خجل کرایا جائے۔

چنانچہ اس نے شعبدہ باز سے کہا، اگر تم اپنے شعبدے کے ذریعے سے علیؑ بن محمدؑ

کو خجل کردو تو میں تمھیں ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے۔ لیکن آپ حکم دیجیے کہ بہت باریک باریک چ[illegible] پکائی جائیں، انھیں دسترخوان پر رکھ دیجیے، اور مجھے اور علیؑ بن محمدؑ بن رضاؑ کو دستر[illegible] دیجیے، پھر آپ تماشہ دیکھیے۔

متوکل نے ایسا ہی کیا۔ اور آپؑ کو بلایا۔ آپؑ کے پہلو میں ایک تک[illegible] پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور وہ شعبدہ باز اس تکیے کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ جب [illegible] علی النقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبدہ باز نے وہ روٹی اُڑا [illegible] نے دوسری روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی اُس نے اُڑا دی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام [illegible] آگیا، آپ نے اُس تکیے پر جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہاتھ مار کر حکم دیا، "اے شیر [illegible] ہے، اِس شعبدہ باز کو نگل لے۔"

وہ شیر کی تصویر مجسّم ہوگئی اور شعبدہ باز پر تیزی سے جھپٹ پڑی اور [illegible] شعبدہ باز کو چٹ کر گئی اور اپنی اصلی صورت پر آگئی۔

لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام [illegible] واپس جانے لگے۔

متوکل نے آپؑ سے یہ درخواست کی کہ اس شعبدہ باز کو واپس [illegible]

آپؑ نے فرمایا، نہیں، اب تم اُس کو کبھی نہ پاسکو گے۔ تم دشمنانِ [illegible] کے دوستوں پر غالب کرنا چاہتے ہو۔

یہ کہہ کر آپؑ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (مختار الخرائج و [illegible]

(۸) ایک اور معجزہ

داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں [illegible] میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حج کا ارادہ تھا، [illegible] سے بھی رخصت ہولوں۔ جب میں آپؑ سے رخصت ہونے لگا تو آپؑ بھی میرے [illegible] جب آخر حاجز پر پہونچے تو آپؑ سواری سے اُتر پڑے، میں بھی اُتر گیا۔

آپؑ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک دائرہ نما خط کھینچا اور مجھ[illegible] کہا اس دائرے میں سے جو کچھ آپ لے لیں وہی آپؑ کے سفرِ حج کے [illegible]

میں کام آئے گا۔

میں نے جب اُس دائرے میں ہاتھ مارا تو سونے کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن دو سو مثقال تھا۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب)

(۹) ترکی سردار کے بچپن کا نام

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا خلیفہ کا سردارِ لشکر اُدھر سے اعراب اور بدّوؤں کو تلاش کرتا ہوا گذر رہا تھا؛

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو جب اُس کے بارے میں علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا، میں بھی اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

لہٰذا ہم سب لوگوں آپؑ کے ساتھ ایک مقام پر جا کر کھڑے ہوگئے کہ اتنے میں وہ ترکی سردار مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذرا۔

جب وہ قریب آیا تو حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ترکی زبان میں کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ سردار اپنی سواری سے اترا اور آپؑ کے مرکب کے سُم کو بوسہ دینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس ترک سردار کو حلف دیکر پوچھا، یہ بتاؤ کہ انھوں نے تم سے کیا کہا تھا۔ ؟

اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نبی ہیں ؟

میں نے کہا، نہیں یہ نبی تو نہیں ہیں۔

اُس نے پھر کہا، اُنھوں نے مجھے اُس نام سے کیسے پکارا جس نام سے مجھے میرے ملک میں مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا۔ اور آج سے پہلے میرا یہ نام کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔

(اعلام الوریٰ ص ۲۴۳)

(۱۰) اخبار العلوم

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن فتح بن خاقان نے مجھ سے کہا، متوکل نے مجھے حکم دیا ہے کہ قم سے کچھ مال آنے والا ہے تم اُس پر نگاہ رکھو۔ جب آئے تو مجھے اطلاع دو، اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ مال کس طریقہ سے آیا ہے، تاکہ میں اسے ضبط کرلوں۔

یہ سن کر میں امام علی النقی بن محمد تقیؑ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپؑ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اے ابو موسیٰ! جو اللہ کرے گا بہتر ہی کرے گا، مال آج رات کو آئے گا، تم یہیں میرے پاس سو رہو۔

جب رات کافی ہو چکی تو آپؑ عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔

پھر آپؑ نے سلام پڑھ کر مجھ سے فرمایا، سنو! ایک شخص مال لیکر آ گیا ہے اور میں نے خادم کو منع کر دیا ہے کہ وہ مال نہ وصول کرے۔ اب تم جاؤ اور اُس سے مال وصول کر لو۔

میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس ایک زنبیل ہے اور اس میں کچھ سامان ہے میں نے وہ زنبیل اس سے لے لی اور سیدھا آپؑ کے پاس آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اس سے جا کر کہو کہ وہ جبّہ بھی تو دے جس کے متعلق قمیہ نے کہا کہ وہ اُس کی دادی رکھ گئی تھیں۔

میں اس کے پاس پھر گیا اور اس نے وہ جبّہ دیا، میں اُس جبّے کو لیکر آیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس سے جا کر کہو، یہ وہ جُبّہ نہیں ہے، تم نے بدل کر دوسرا دیدیا ہے ہمیں تو وہی جبّہ چاہیے۔

میں نے جا کر اُس سے کہا،

اُس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا، ہاں، میری بیٹی کو وہ جُبّہ پسند آ گیا اِس لیے اُس نے وہ جُبّہ رکھ لیا اور یہ جُبّہ دیدیا ٹھہرو میں ابھی جا کر وہ جبّہ لاتا ہوں۔

میں نے واپس آ کر آپؑ سے سب کچھ عرض کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس سے کہو کہ وہ جُبّہ تو تیرے کاندھے پر ہے۔

میں نے اُس سے جا کر کہا، اور وہ جُبّہ اُس کے کاندھے سے اُتار لیا۔

اُس نے کہا، ابتک تو مجھے اُن کی امامت میں شک ہی تھا، لیکن اب مجھے یقین ہے کہ آپ ہی امام ہیں۔ (امالی شیخ مفید)

• مناقب میں بھی فتح سے اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد ۴ صـ۴۱۳)

(۱۱) ـــ ایک ظالم حاکم سے نجات دلانا

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے کی ہے اور انھوں نے یہ حدیث کافور سے لی ہے۔ امام علی النقی علیہ السلام جس موضع میں تھے وہاں آپ کے پڑوس میں چند مختلف دست کار بھی آباد تھے اور وہ ایک قریہ اور گاؤں تھا وہیں یونس نقاش بھی تھا، وہ آپؑ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن یونس کچھ خوفزدہ و ہراساں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

مولا! میں آپؑ سے وصیت کرتا ہوں، میرے گھر والوں کا خیال رکھیے گا۔

آپؑ نے پوچھا، کیا بات ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو؟

اُس نے عرض کیا، اب میرے کوچ کا وقت آ گیا ہے۔

آپؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اے یونس! وہ کیسے؟

اُس نے کہا کہ موسیٰ بن بغا (ترکی سردار) نے میرے پاس ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اتفاق سے ٹوٹ کر دو ہو گیا، اور کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ آپؑ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ موسیٰ بن بغا ہے، وہ مجھے یا تو ایک ہزار کوڑے لگوائے گا، یا قتل کرنے کا حکم دے گا۔

آپؑ نے فرمایا، غم نہ کرو، اپنے گھر جاؤ، کل جو ہوگا، وہ بہتر ہی ہوگا۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو پھر کانپتا ہوا آیا، اور بولا، مولا! موسیٰ کا آدمی وہ نگینہ لینے کے لیے آ گیا ہے، اب میں اُسے کیا جواب دوں؟

آپؑ نے فرمایا: فکرمند نہ ہو، جاؤ انشاء اللہ بھلا ہی ہوگا۔

یونس نے کہا، مولا! میں اُس سے کیا کہوں؟

آپؑ مسکرائے اور فرمایا، تم جا کر تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر جو ہوگا وہ بہتر ہوگا۔

یونس اپنے گھر گیا اور ہنستا ہوا واپس آیا، اور بولا: موسیٰ کے آدمی نے آ کر کہا کہ کنیزیں آپس میں جھگڑا کر رہی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اُس نگینہ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دو، تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا، یاالٰہی تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں قرار دیا۔ اے یونس! یہ بتاؤ کہ تم نے اُس سے کیا کہا؟

یونس نے کہا، میں نے اُس سے کہدیا ہے کہ اچھا، پھر مجھے اس کے لیے مزید وقت درکار ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا، تم نے ٹھیک جواب دیا۔ (امالی شیخ مفیدؒ)

(۱۲) ـــ منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

کافور خادم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں لوٹا فلاں مقام پر پانی سے بھر کر میرے وضو کے لیے رکھ دینا۔

پھر آپ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا' پہلے یہ کام کرو' پھر پانی رکھدینا' تاکہ جب میں نماز کے لیے وضو کرنا چاہوں' تو پانی موجود ہو۔

یہ فرماکر آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں پانی رکھنا بھول گیا' سردی کی رات تھی' جب میں نے محسوس کیا کہ آپ نماز کے لیے اُٹھے ہیں تو مجھے یاد آیا کہ لوٹے میں پانی میں نے رکھا ہی نہیں۔ اس لیے ڈر کے مارے کہ آپ خفا ہوں گے' میں وہاں سے دور ہٹ گیا' مگر اس کا دکھ ضرور تھا کہ آقا کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپ نے مجھے غصہ میں آواز دی؛ میں نے دل میں کہا' اِنّا لِلہ! اب میں آپ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا' سوائے اس کے کہ یہ کہدوں کہ میں بھول گیا' اور بغیر سامنے گئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا گردن جھکائے ہوئے سامنے گیا۔

آپ نے فرمایا' تجھ پر وائے ہو' تجھے میرا دستور معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں' پھر تو نے گرم پانی لوٹے میں بھر کر کیوں رکھدیا؟

میں نے عرض کیا' آقا! میں نے نہ لوٹا رکھا اور نہ پانی۔

آپ نے فرمایا' اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دم قدم پر اپنی آسانیوں سے نوازا ہے' اور شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا' اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائی اور میری مدد فرمائی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اُس کی دی ہوئی آسانی قبول نہ کرے۔

(امالی شیخ) ۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۱۲) (مرسلا روایت ہے)

(۱۳) ــــ تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا شکر ادا کروگے

ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لہٰذا' میں حضرت ابوالحسن امام علی نقی ع کے پاس گیا۔ آپ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جاکر بیٹھ گیا' تو آپ نے فرمایا:

اے ابوالہاشم! (تمھیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کروگے۔

یہ سن کر میں آپ کی طرف متوجہ ہوا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا عرض کروں۔

پھر آپ ہی نے فرمایا' دیکھو! اللہ نے تمھیں ایمان کا رزق دیا' جس کی وجہ سے تمھارے جسم پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی' اللہ نے تمھیں تندرستی کی روزی دی' جس سے تم اس قابل ہوکر

اُس کی اطاعت کرو' تمھیں قناعت عطا کی جس سے تم سفلہ پن سے محفوظ رہے۔ اے ابوالہاشم! میں نے تم سے یہ پہلے ہی کہدیا' اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لیے آئے ہو۔ جاؤ' میں نے تمھیں سو دینار دیے جانے کا حکم دے دیا ہے انھیں لیلو۔

(امالی شیخ صدوق صفحہ ۴۱۲)

(۱۴) ــــ سُرَّمَن رائے کے اُجڑنے کی پیشگوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ اُن کا بیان ہے ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوموسیٰ! مجھے سر من رائے میں جبریہ بھیجا گیا تھا' مگر اب یہاں سے نکالا جاؤں گا تو جبریہ ہی نکالا جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا' آقا! یہ کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ یہاں کی ہوا صاف ستھری' پانی شیریں ہے یہاں پر انسان کم بیمار پڑتا ہے۔

پھر فرمایا' مگر یہ سر من رائے اُجڑ جائے گا' اور ایسا اُجڑے گا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائے اور چند دکانیں ہی باقی رہ جائیں گی' اور اس کے اُجڑنے کی علامت یہ ہے کہ میری موت کے بعد میرے روضے میں عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۱۷)

(۱۵) ــــ حق بحقدار رسید

ابوعلی بن راشد کا بیان ہے کہ امام تک پہونچانے کے لیے میرے پاس کچھ مال آیا' تو آپ کا آدمی پہونچا اور قبل اس کے کہ میں اپنے رجسٹر میں دیکھ کر وہ مال اس کے حوالے کروں' اس نے خود ایک رجسٹر پیش کر دیا۔ میں نے گھر میں اِدھر اُدھر بہت تلاش کیا' مگر وہ رجسٹر مجھے نہ مل سکا' تاکہ دونوں رجسٹروں سے مقابلہ کرکے تصدیق ہو جائے' تلاشِ بسیار کے بعد مجھے وہ رجسٹر نہ دستیاب ہوا اور میں نے اُس آدمی کو یونہی واپس کر دیا۔

جب آپ کا آدمی چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ ذرا سامان کے بنڈلوں میں تو دیکھوں اس میں دیکھا تو وہ رجسٹر مل گیا۔ اب میں نے دونوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ کیا تو سرمو فرق نہ پایا' اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا مطالبہ صحیح تھا۔ میں نے فہرست کے مطابق وہ مال آپ کو پہونچادیا۔

(بصائر الدرجات صفحہ ۲۴۹)

(۱۶) علم الاخبار

محمد بن فرج کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر محتاط ہو جاؤ۔

محمد بن فرج کہتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات سے تو فراغت حاصل کر لی مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپؑ کے اس لکھنے کا مطلب کیا ہے۔

ناگاہ ایک شاہی فرستادہ آگیا، اور وہ مجھے مصر سے قید کر کے اور زنجیروں میں جکڑ کر لے گیا، اور میری تمام املاک ضبط کر لی۔

میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ میں ابھی قید خانے ہی میں تھا کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ غربی جانب قیام نہ کرنا۔

میں نے خط پڑھ کر دل میں کہا کہ آپؑ مجھے یہ لکھ رہے ہیں، درآنحالیکہ میں قید میں ہوں کہیں قیام کرنے کا سوال ہی کیا ہے۔

پھر چند ہی دن کے بعد مجھے قید سے رہائی مل گئی۔ جب عراق واپس ہوا تو آپؑ کی ہدایت کے مطابق بغداد میں قیام نہیں کیا، بلکہ سر من رائے چلا گیا۔

وہاں سے میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعا فرمائیے، میری ملکیت مجھے واپس مل جائے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ دنوں میں تمہاری ملکیت تمہیں مل جائے گی لیکن اگر یہ لوگ تمہیں واپس بھی نہ کریں تو پھر بھی تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ محمد بن فرج جب عسکر منتقل ہوا تو اس نے آپؑ کو خط لکھا کہ میری ضبط شدہ جائیداد بھی مجھے واپس ملنے کی دعا کیجیے مگر خط پہونچنے سے پہلے ہی وہ انتقال کر گیا۔ (ارشاد ص۳۱۱، کافی جلد ۱ ص...)

- اعلام الوریٰ میں بھی محمد بن فرج سے اسی کے مثل روایت ہے
- ابوالقاسم بغدادی نے زرارہ سے روایت کی۔ ایک مرتبہ متوکل کا ارادہ ہوا کہ کسی دن حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام پاپیادہ آئیں۔

اس کے وزیر نے اُسے سمجھایا کہ یہ آپ کے لیے بُرا ہوگا، اور آپ بدنام ہو جائیں گے۔

اُس نے کہا کہ کچھ بھی ہو یہ تو کرنا ہی ہے۔

وزیر نے کہا، اگر یہ امر انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ یہ حکم جاری کریں کہ سارے سردار و اشراف بھی پاپیادہ آئیں، تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم صرف علی بن محمد بن رضاؑ

کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں۔

اُس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام مجبوراً پاپیادہ چلے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دہلیز تک پہونچتے پہونچتے آپؑ پسینہ میں تر ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً بڑھ کر آپؑ کو ڈیوڑھی ہی میں بٹھا لیا، رومال سے آپ کے چہرے کا پسینہ صاف کیا، اور عرض کیا کہ آپؑ کے ابن عم کا مقصد ہی یہ تھا کہ صرف آپؑ کو پاپیادہ چلائے۔

آپؑ نے فرمایا، خاموش ہو رہو۔ "تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝ (سورہ ھود آیت ۶۵)

یعنی: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک اور مزے اُڑا لو، یہ وعدہ (وہ) ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا۔)

زرارہ کا بیان ہے کہ میرے یہاں ایک شیعہ اُستاد تھا، میں اس سے اکثر مزاح کیا کرتا تھا اور اسے رافضی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔

ایک دن جب میں اپنے گھر واپس آیا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا میں نے اُسے آواز دی، اے رافضی! اِدھر آ، میں تجھے ایک بات سناؤں جو میں نے تیرے امامؑ سے آج ہی سنی ہے۔

اُس نے کہا، تم نے کیا سنا ہے؟

میں نے وہ آیت جو امام علیہ السلام نے پڑھی تھی سُنائی۔

معلم نے کہا، دیکھ اب میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میری بات مان لے۔

میں نے کہا، بتا، کیا کہنا چاہتا ہے؟

معلم نے کہا، جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اگر واقعاً حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے تو تو اپنے تحفظ کی فکر کر، اور اپنا مال و اسباب کہیں اور منتقل کر دے، اس لیے کہ متوکل تین دن کے بعد مر جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر مجھے غصہ آگیا، میں نے اُسے گالیاں سنائیں اور اپنے پاس سے نکال دیا۔ مگر تنہائی میں سوچا تو دل نے کہا۔ اس امر میں اگر احتیاطاً اپنا تحفظ کر لیا جائے تو حرج ہی کیا ہے۔ اگر کچھ رونما ہوا تو میں محفوظ رہوں گا اور اگر کچھ نہیں ہوا تو اس احتیاط سے میرا کوئی نقصان بھی نہیں۔

یہ سوچ کر میں نے سواری لی اور متوکل کے گھر گیا، اور وہاں جو کچھ میرا سامان رکھا ہوا تھا سب اُٹھا لایا، پھر وہ اور اپنے گھر کا سارا سامان اپنے قابلِ اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، صرف ایک چٹائی اپنے لیٹنے بیٹھنے کے لیے رہنے دی۔

راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں دسترخوان بچھا دیا گیا اور چُن دیا گیا۔

جعفر نے کہا، اب اس کے کھانا کھانے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ آپؑ کی بات جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔

مگر بخدا، اِدھر اُس نے ہاتھ دھو کر کھانے کی طرف بڑھایا، اُدھر اُس کے غلام نے خبر دی کہ جلدی چلیے، آپ کی والدہ بامِ خانہ سے نیچے گر کر مر گئیں۔

جعفر نے کہا، خدا کی قسم، اب اس واقعے کے بعد تو میں توقّف نہ کروں گا اور آپؑ کی امامت کا معترف ہو جاؤں گا۔ اور آپؑ ہی کے حلقۂ اثر اور محبّوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

(اعلام الوریٰ صـ ۳۴۷)

- مناقب میں بھی سعید بن سہل سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(مناقب جلد ۴ صـ ۴۱۴ و صـ ۴۱۵)

- مشارق الانوار میں محمد بن داؤد اور محمد طلحی، دونوں سے روایت ہے کہ قم اور اس اطراف سے جو مالِ خمس، نذر، تحفے و جواہرات وغیرہ جمع ہوئے تھے وہ ہم لوگوں نے ایک اونٹ بار کیے اور انھیں اپنے آقا و سید حضرت ابوالحسن ہادی (امام علی النقی علیہ السلام) کی خدمت میں پہونچانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپؑ کا آدمی ملا۔

اُس نے کہا، اسے لیکر واپس جاؤ یہ وقت ان سب چیزوں کے وصول کرنے کا ... ہم لوگ مجبوراً قم واپس ہوئے اور ساری چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ چند دنوں بعد آپؑ کا حکم آیا کہ میں نے تمھارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے اس پر سارا سامان بار کر کے چھوڑ دو ...

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے حکمِ امامؑ کے بموجب تمام سامان اس اونٹ پر بار کر کے اسے خدا کے سپرد کر کے وہاں ہنکا دیا۔

اس کے بعد جب ہم آپؑ کی زیارت کے لیے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؑ نے فرمایا، دیکھو! تمھارا بھیجا ہوا تمام مال ہمارے پاس بحفاظت پہونچ گیا ...

پھر آپؑ نے ہمیں وہ مال دکھایا، تو ہم نے پہچان کر اعتراف کر لیا کہ یہی وہ مال ہے جو ہم نے آپؑ کے فرستادہ اونٹ پر بار کیا تھا۔

- اہلِ نہرین کے ایک بزرگ حسن بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارا ایک رشتہ دار دونوں کوئی شے لیکر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ میرے گاؤں کے ایک شخص نے ایک پرچہ دیا اور آپؑ تک پہونچانے کے لیے کچھ تحائف دیے نیز کہا، کہ مولا کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا اور دریافت کرنا کہ فلاں چڑیا جو جھاڑیوں میں ...

کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جب ہم آپؑ کے بیت الشرف پر پہونچے تو سارا سامان ایک کنیز کے حوالے کر دیا، اتنے میں خلیفۂ وقت کا آدمی آ گیا، آپؑ سواری پر سوار ہونے کے لیے چلے گئے۔ اور ہم واپس ہوئے۔ آپؑ سے کوئی مسئلہ بھی نہ پوچھ سکے۔ جب ہم لوگ شاہراہ پر پہونچے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہونچے اور میرے ایک ہمسفر سے نبطی زبان میں فرمایا:
اُس شخص کو بھی میرا سلام پہونچانا اور کہنا کہ فلاں چڑیا کا انڈا نہ کھانا وہ مسوخات میں سے ہے۔

- روایت ہے کہ اہلِ مدائن میں سے ایک شخص نے آپؑ کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ:
متوکل کی حکومت اب کتنے دنوں تک باقی رہے گی۔؟

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ج
فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ
يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا
مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ
وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ (سورہ یوسف ۴۷ - ۴۸ - ۴۹)

ترجمہ: اس نے کہا، (یوسفؑ نے کہا) کہ تم لوگ سات برس تک متواتر کاشت کرتے رہو گے۔ اُس (مدت) کے دوران جو فصل تم کاٹو گے اُسے بالیوں میں ہی رہنے دینا سوائے تھوڑی سی (فصل) کے جسے تم خود کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت (قحط سالی کے) آئیں گے، کہ جو کچھ اُن (سالوں) کے لیے تم نے جمع کر رکھا ہوگا، سب کھا یا جائے گا، سوائے قدرے قلیل کے جو تم (بیج کیلئے) بچا سکو گے پھر اِس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارشیں ہوں گی جس میں وہ (پھلوں کا) رس خوب نچوڑیں گے۔)

چنانچہ پندرہویں دن کی ابتدا ہی میں متوکل قتل کر دیا گیا۔

- احمد بن یحییٰ الاودی کا بیان ہے کہ میں ایک مسجدِ جامع میں نمازِ ظہر ادا کرنے گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو دیکھا کہ حرب بن حسن طحان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے میں اُن کی طرف بڑھا، اُن کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس مجمع میں حسن بن سماعہ بھی تھا وہاں پر حسن بن علی کا تذکرہ ہوا اور یہ کہ اُن پر کیا گذری۔ اس کے بعد زید بن علی کا ذکر آیا، کہ ان پر کیا گذری۔ اسی مجمع میں ایک اجنبی شخص بھی تھا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اُس نے کہا: اے قوم! ہمارے یہاں

ایک شخص ڈرتا، کانپتا ہوا آیا اور بولا: آپ لوگوں کی محبت کے جرم میں میرا لڑکا پکڑ لیا گیا، اور آج شب اس کو فلاں پہاڑی کے اوپر لیجا کر نیچے پھینک دیں گے اور جب وہ مرجائے گا تو اُسی پہاڑ کے نیچے دفن کردیں گے۔

آپؑ نے فرمایا، پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا، وہی جو ماں باپ چاہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، جا فکر نہ کر تیرا لڑکا کل واپس آجائے گا۔

دوسرے دن صبح کے وقت اُس کا لڑکا گھر واپس آگیا۔

باپ نے پوچھا، بیٹے! تجھ پر کیا گزری؟

اُس نے کہا، دشمنوں نے قبر کھود لی تھی، میرے ہاتھوں پاؤں باندھ دیے تھے مجھے پہاڑی کے اوپر سے پھینکنے ہی والے تھے کہ ایک طرف سے دس پاک وطیب ہستیاں نمودار ہوئیں اور مجھ سے پوچھا۔

اے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟

میں نے اُن سے تمام روداد بیان کردی۔

اُنھوں نے کہا، اگر تو یہاں سے چھوٹ جائے تو روضۂ نبوی پر زیارت کو جائے

میں نے عرض کیا، جی ہاں ضرور حاضری دوں گا۔

اُنھوں نے، اُس حاجب ونگراں کو جو میرے درپئے آزار تھا پکڑ کر پہاڑی سے ایسا پھینکا کہ اُس کے چیخنے، چلّانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ پھر وہ لوگ مجھے آپؑ کے پاس لے آئے اور وہ باہر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ لڑکا باپ سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔ اُس کا باپ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور سارا قصّہ بیان کیا۔ آپؑ اُس کی بات سنتے جاتے اور مسکراتے جاتے اور فرماتے کہ وہ لوگ وہ باتیں نہیں جانتے جنھیں ہم جانتے ہیں۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۴۱۶)

• کتاب دلائل حمیری میں حسن بن علی وشاء سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن کی کنیز ام محمد جو مقام حیر میں حسن بن موسیٰ کے ساتھ رہتی تھی، نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ کمسنی میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام آئے اور اُم ابیہا بنت موسیٰ کی آغوش میں بیٹھ گئے

اُنھوں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپؑ نے فرمایا، بخدا، ابھی ابھی میرے پدرِ بزرگوار نے وفات پائی۔

اُنھوں نے کہا، نہیں نہیں ایسی بات منھ سے نہیں نکالا کرتے۔

آپؑ نے فرمایا، میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔

ہم لوگوں نے اُسی دن خط بھیجا تو بات سچی تھی، اُسی روز حضرت ابوجعفرؑ نے وفات پائی تھی۔

• متوکل نے عتاب بن ابی عتاب کو مدینہ بھیجا، تاکہ وہ علیؑ بن محمدؑ یعنی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو لیکر سرمن رائے آئے۔ شیعوں میں چرچا تھا کہ حضرت امام علی النقیؑ علمِ غیب کے عالم ہیں۔ مگر عتاب کے دل میں کچھ شک تھا۔ جب مدینہ سے چلے تو آپؑ نے لبادہ (برساتی) پہن لیا، حالانکہ اُس وقت آسمان ابر سے بالکل صاف وشفاف تھا، مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد ابر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔

عتاب نے کہا، یہ (آپؑ کے علمِ غیب کی) پہلی نشانی ہے۔

جب آپؑ شطِ قاطول پر پہونچے تو دیکھا کہ عتاب کچھ فکرمند سا ہے۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابا احمد! کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، میں نے اپنی حاجات امیرالمومنین سے طلب کی ہیں (دیکھیں کیا ہوتا ہے)

آپؑ نے فرمایا، تیری تمام حاجات پوری ہوں گی (فکر نہ کر)

تھوڑی دیر کے بعد آدمی پہونچا، اُس نے خوشخبری دی کہ:

اے عتاب! تیری ساری حاجتیں پوری ہوگئیں۔

عتاب نے آپؑ سے عرض کیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ آپؑ علمِ غیب کے حامل ہیں، اس کی دو نشانیاں تو میرے سامنے ظاہر ہوگئیں۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۱۳)

(۱۷) = علمِ مافی الضمیر

محمد بن حسین بن مصعب مدائنی نے ایک مرتبہ آپؑ کو خط لکھا اور شیشہ پر سجدہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اُس کا بیان ہے، جب میں خط لکھ چکا تو دل نے کہا، یہ بھی تو زمین ہی کی پیداوار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے پیدا ہو، اُس پر سجدہ جائز ہے۔

آپؑ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا، شیشہ پر سجدہ نہ کرو۔ اگرچہ تمھارا دل یہ کہتا ہے کہ یہ زمین ہی کی پیداوار ہے، مگر یہ ریت اور نمک ہے اور نمک شورہ ہے (کشف الغمہ صفحہ ۲۵۴)

• علی بن محمد نوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپؑ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم تہتر ۷۳ ہیں

ہوسکتی ہے جبکہ اُس ربِّ جلیل نے آپؐ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا، اور اپنی عطا میں آپؐ کو شریک کیا، جو شخص آپؐ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی عطا میں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: وَمَا نَقَمُوٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰـهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (سورۂ برأت آیت ۷۴)

ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انھیں غنی کر دیا اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنّم کے مختلف طبقات میں عذاب پائیں گے: " یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش، ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔)

پھر اُن لوگوں کی بھی کُنہ (حقیقت) کیسے بیان ہوسکتی ہے جن کی اطاعت کو اللہ رسولؐ کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

" اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) اُن کی جو تم میں صاحب الامر ہیں)

نیز فرمایا: " وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (سورہ النساء، آیت ۸۳)

ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسولؐ کے اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر دیتے اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔)

پھر فرمایا: " اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِ
(سورہ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے مالکوں کی طرف لوٹا دیا کرو)

نیز فرمایا: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)

اے فتح! جس طرح ربِّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسولِ جلیل

نہ اولادِ بتول (جناب فاطمہ کی اولاد) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہوسکتا جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبیؐ افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیلوں سے افضل ہیں اور ہم میں سے جو وصی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرّم ہے۔ اُن دونوں شہزادوں کے اسماء افضلِ اسماء، اور ان کی کُنیت تمام کُنیتوں سے افضل و بہترین ہے۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع، سب سے زیادہ حلیم، سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ اُن کی موت کی طرح تمھیں موت دے گا، اور اُن کی زندگی کی طرح تمھیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپؑ کے پاس تک پہونچنے کی کوشش کی، پہونچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام دیا۔

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہرصورت مجھے اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمھارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا سُننا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سُنتے سُنتے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلّم رُشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، اُن دونوں کو نصیحت پر مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمھارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالمِ (اہلبیت) چاہے تو بتا دے، اِس لیے کہ جو علم رسول اللہؐ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اِس لیے کہ اللہ اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ رسولؐ کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور ہر وہ چیز جس کا علم رسولؐ کو ہے، رسولؐ کے اوصیا کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین حجّتِ خدا سے خالی نہ رہے اور اُس کا علم اُس کے قول کی تصدیق اور جوازِ عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمھیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

سرمن رائے میں ایک مردِ علوی ہے جو مدینہ کا رہنے والا ہے وہ یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے

ابنِ سماعہ نے کہا، یہ تم کس کا ذکر کرتے ہو؟

اُس نے کہا، یہ علی بن محمد بن رضاؑ کا ذکر ہے۔

لوگوں نے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ساحر یا کاہن ہیں۔ ؟

اُس نے کہا، سنو! ایک مرتبہ ہم چند لوگ اُن کے دروازے پر اُن کے ساتھ جمع ہوئے تھے، وہ سرمن رائے میں ہمارے پڑوسی تھے اُن کے پاس عموماً عشاء کے وقت بیٹھ کر اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو تھے کہ اُدھر سے بادشاہ کے محلسرا کا ایک افسر گذرا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے سردار اور نوکر چاکر تھے۔

جب علیؑ بن محمدؑ نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف بڑھے، اُسے سلام کیا اور اس کا اکرام کیا۔

جب وہ چلا گیا، تو بولے: یہ اِس وقت تو اپنے جاہ وحشم کو دیکھ کر بہت خوش ہے مگر کل ہی نماز سے پہلے دفن ہو جائے گا۔

یہ سن کر ہمیں بڑا تعجب ہوا، اُن کے پاس سے اُٹھ کر ہم نے کہا، یہ تو علمِ غیب ہے۔ ہم تین آدمیوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہے، اگر اس کے مطابق نہ ہوا تو ہم ان ہی کو قتل کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل کر لیں گے۔

الغرض، میں اپنے گھر پر تھا اور ابھی نمازِ صبح سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ شور و غل کی آواز سُنی۔ دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ فوجیوں اور دوسرے لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ لوگ کہہ رہے ہیں فلاں سردار گذشتہ شب کو شراب کے نشے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا تھا کہ قدم لڑکھڑائے زمین پر گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

میں نے کہا، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ۔ پھر گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ واقعاً ابوالحسنؑ کا کہنا سچ ہو گیا، وہ شخص مرا ہوا پڑا تھا اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا۔

یہ واقعہ سن کر ہم سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

(رجال نجاشی ص ٣٢)

بارش کا علم

علی بن یقطین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مردِ معتزلی تھا میرے پاس حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ کے واقعات پہونچتے تھے اور میں ہمیشہ اُن کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کے لیے سرمن رائے جانا پڑا، جب خلیفہ

کے اجلاسِ عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔

دوسرے دن سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر چلے۔ گرمی کے باریک کپڑے پہنے ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جاڑے کا لباس پہن رکھا تھا، لبادہ اور برساتی تھی اور اپنے گھوڑے کی دُم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے تھے آپؑ نے فرمایا: اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝

(سورۂ ھود آیت ٨١)

ترجمہ: "بیشک اُن کے طے شدہ وعدۂ (عذاب) کا وقت صبح (سویرے) ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے"

جب سب لوگ صحرا میں پہونچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے بادل اُٹھا اور ہر طرف گھنگھور گھٹا چھا گئی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، سواریوں کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے، گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے اُن کے سوار کیچڑ میں لت پت ہو گئے تو سب لوگ بُرے حالوں واپس ہوئے مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو کوئی زحمت نہ اٹھانی پڑی۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راز سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا تھا، یقیناً آپؑ ہی اللہ کی طرف سے ہم سب پر حجت ہیں۔

اس کے بعد آپؑ ایک سائبان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ برساتی اُتار کر تین تہہ کر کے زین پر رکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر یہ حلال جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر حرام جانور کے چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

میں نے عرض کیا، آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر میں آپؑ کے فضل و شرف کا قائل ہو کر آپؑ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

(٢٠) علم منایا

خیران اسباطی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے پوچھا، واثق کیسا ہے؟

میں نے کہا ٹھیک ہے۔

آپ نے فرمایا، جعفر کا کیا حال ہے؟
میں نے عرض کیا، جب میں چلا تھا تو وہ قید خانے میں بُرے حال میں تھے۔
آپ نے دریافت فرمایا، اور ابن زیات کس حال میں ہے؟
میں نے عرض کیا، وہ بھی اپنے کام دھام میں لگا ہوا ہے۔ میں دس دن پہلے سے چلا تھا۔
آپ نے فرمایا، اچھا سنو! واثق مر گیا ہے اور اُس کی جگہ متوکل جعفر بیٹھ گیا اور ابن زیات قتل ہو چکا ہے۔
میں نے عرض کیا، یہ سب کب ہو گیا؟
آپ نے فرمایا، تمہارے وہاں سے چلنے کے چھ روز بعد۔
پھر ان سب باتوں کی تصدیق ہو گئی، جو آپ نے فرمائی تھیں۔
(ارشاد ص ۳۰۹۔ مناقب جلد ۴ ص ۴۱۱، کافی جلد ۱ ص ۴۹۸)

• علی بن جعفر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السّلام سے پوچھا، ہم میں سب سے زیادہ دین سے محبت کرنے والا کون ہے؟
آپ نے ارشاد فرمایا، جو اپنے امام سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔
یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں آگے بڑھ کر آپ نے فرمایا:
"اے علی، سنو! متوکل مدینہ کے درمیان ایک مکان کی تعمیر کر رہا ہے، مگر وہ اس کو مکمل نہ کر سکے گا، اور دورانِ تعمیر ترکی کے ایک فرعون کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔"

(۲۱) زیرِ مصلّٰی جوابِ مسئلہ

محمد بن فرج سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت علی بن محمد علیہ السّلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی تم کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو ایک کاغذ پر لکھو اور اس کو اپنے مصلّٰی کے نیچے رکھ دو کچھ دیر بعد اس کو اٹھاؤ اور دیکھو، تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسئلے کا جواب لکھا ہوا پایا:
(الخرائج والجرائح)

• ابو یعقوب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السّلام کو احمد بن خصیب (متوکل کا سردار فوج) اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن آپ آگے نہ بڑھے،

ابنِ خصیب نے اصرار کیا۔
آپ نے فرمایا، نہیں تم مقدم ہو۔
اس بات کو کہے ہوئے ابھی چار دن ہوئے تھے کہ اُس کے پاؤں میں رسّی پڑ گئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔
(اعلام الوریٰ ص ۳۴۳)

• اِس سے قبل ابن خصیب نے حضرت ابوالحسن علیہ السّلام پر بڑا دباؤ ڈالا تھا کہ جس گھر میں آپ رہتے ہیں وہ مجھے دیدیں اور آپ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔
حضرت ابوالحسن علی النقی علیہ السّلام نے فرمایا، اچھا اس گھر کے ساتھ اللہ تجھے ایسا بٹھائے گا کہ اُٹھ نہ سکے گا۔
چنانچہ ان ہی ایام میں اللہ نے اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ قتل ہو گیا۔
(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۸)

• اعلام الوریٰ اور کتاب الارشاد میں بھی ابی یعقوب سے اسی قسم مثل روایت ہے۔
(اعلام الوریٰ ص ۳۴۲ الارشاد ص ۳۱۱)

(۲۲) دعائے قبول حاجات

منصدی نے اپنے باپ کے چچا سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام علی النقی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: مولا، اُس شخص نے مجھے بالکل مجبور کر دیا ہے، روزی کے سارے ذرائع منقطع کر دیے ہیں اور یہ سب آپؑ کے دامن سے متمسک ہونے کی وجہ سے ہے۔
آپ نے فرمایا، فکر نہ کرو، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
یہ تو دن کا واقعہ تھا، لیکن جب شب نمودار ہو کر پھیل گئی تو متوکل کے فرستادہ نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور اُس کے پیچھے دوسرا فرستادہ بھی آ پہونچا، میں باہر نکلا تو دیکھا کہ فتح بن خاقان دروازے پر کھڑا ہے۔
اس نے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں میں تمہارے گھر کبھی نہ آتا مگر اس شخص نے تاکید کی، کہ ابھی جاؤ اور اسے بلا لاؤ۔
میں گیا تو دیکھا کہ متوکل اپنے بستر پر دراز ہے۔
اُس نے مجھے دیکھتے ہی کہا: اے ابو موسٰی! ہمیں تمہارا خیال ہی نہ رہا، بالکل ہی ذہن سے محو ہو گئے، یہ بتاؤ کہ ہمارے ذمّہ تمہارا کیا باقی ہے؟

میں نے کہا، فلاں اُجرت اور فلاں روزینہ، فلاں چیز اور فلاں چیز وغیرہ وغیرہ میں نے سب بیان کر دیا۔

اُس نے حکم دیا کہ ابھی ابھی اِس کو سب کچھ جو ہم پر واجب الادا ہے دیدیا جائے، بلکہ اُجرت وغیرہ سے دوگنا دیا جائے۔

میں نے فتح سے پوچھا، آخر کیا بات ہے اس قدر کرم گستری اور مہربانی کیوں ہو رہی کیا حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے آکر سفارش فرمائی ہے ؟

اُس نے کہا، نہیں۔

میں نے پوچھا، کیا اُن کا کوئی خط آیا تھا۔ ؟

اُس نے کہا، نہیں۔

اب جب میں وہاں سے چلا تو فتح میرے پیچھے پیچھے آیا اور بولا:

مجھے یقین ہے کہ تم نے اُن سے دعاء کی درخواست کی ہو گی جس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا اب تم میرے لیے بھی اُن سے دعاء کے لیے کہہ دو۔

پھر میں خوشی خوشی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپؑ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کیوں، ابو موسیٰ، اب تو خوش ہو ؟

میں نے عرض کیا، آقا یہ آپؑ ہی کی برکت ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپؑ نے اُس سے میری سفارش فرمائی یا کوئی خط وغیرہ اُس کے پاس بھیجا۔ جس کی بناء پر وہ اس قدر مہربان ہو گیا۔

آپؑ نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی تمام مہمات میں بس اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ اسے قبول فرماتا اور جب کسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے عرض پرداز ہوتے ہیں تو وہ اُس کو ٹال دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ فتح نے مجھ سے اپنی سفارش کے لیے درخواست کی ہے کہ آپؑ دعاء فرما دیں تاکہ مشکل حل ہو جائے۔

آپؑ نے فرمایا، تم اُسے نہیں جانتے، وہ بظاہر ہمارا دوستدار بنتا ہے مگر باطنی طور پر وہ ہم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ دعاء اُس کے لیے کی جاتی ہے جو اللہ کی اطاعت میں مخلص ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم اہلبیت کے حق کا اعتراف کرتا ہو۔ دیکھو! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ دعاء قبول فرما لی۔

میں نے عرض کیا، مولا، آپؑ اُن دعاؤں میں سے جو آپؑ کی مخصوص دعا ہے مجھے بھی تعلیم فرما دیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ دعاء میں اکثر بوقت حاجات پڑھا کرتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مردِ مومن اس دعاء کو میری قبر پر آکر پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس نہ ہو: وہ دعاء یہ ہے:

" يَا عُدَّتِيْ عِنْدَ الْعُدَدِ وَ يَا رَجَائِيْ وَالْمُعْتَمَدِ وَيَا كَهْفِيْ وَ السَّنَدِ وَ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِيْ خَلْقِكَ مِثْلَهُمْ اَحَدًا اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ وَتَفْعَلَ بِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ

(۲۳) استجابتِ دُعاء

ابو الہاشم جعفری نے جو آپؑ کے پدرِ بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور آپؑ جدِ نامدار حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بعد آپؑ کی امامت کے قائل تھے، ایک مرتبہ آپؑ سے عرض کیا، مولا، جب آپؑ سے رخصت ہو کر بغداد جاتا ہوں تو شوقِ زیارت بیحد ستاتا ہے۔ آپؑ میرے لیے دعاء فرمائیں، اس لیے کہ کبھی کبھی اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کشتی سے سفر کروں، اور سوائے اس خچر کے میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے، یہ بیحد کمزور ہے آپؑ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپؑ کی زیارت کی قوت عطا فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابو الہاشم! اللہ تمہیں بھی قوت عطا فرمائے اور تمہارے خچر کو بھی قوت و طاقت عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کی دعاء کا یہ اثر ہوا کہ ابو الہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھ کر اپنے خچر پر سوار ہو کر چلتے تو دوپہر تک سر من رائے (عسکر) پہونچ جاتے، اور پھر اگر چاہتے تو اُسی روز آپؑ کی زیارت کر کے سر من رائے سے بغداد واپس آ جاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ ثبوت ہیں۔ (مختار الخرائج والجرائح ص ۲۳۷)

- اعلام الوریٰ میں ابو الہاشم سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوریٰ ص ۳۴۴)
- مناقب میں بھی صالحی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۹)
- یوسف بن سخت کا بیان ہے کہ علی بن جعفر، بغداد کے آس پاس کے ایک قریہ ہمینا کے رہنے والے اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے وکیل تھے کسی نے متوکل سے ان کی چغلی لگائی اور اس نے ان کو قید میں ڈال دیا اور بہانہ یہ نکالا کہ یہ عبد الرحمٰن بن خاقان کی طرف سے تین ہزار دینار کا ضامن بنا تھا۔ جب قید کی مدت طویل ہو گئی تو عبید اللہ نے اس کے متعلق متوکل سے

• علی بن محمد حجال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا کہ جس وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا میرے پاؤں میں ایسی تکلیف ہوئی کہ اب تک رفع نہ ہو سکی اور فی الحال چلنے پھرنے سے بھی عاری ہوں، کھڑا ہونا بھی دشوار ہے اگر مناسب ہو تو میرے لیے دعاء صحت فرمائیں تاکہ میں اپنے فرائض ادا کر سکوں اور وہ تقصیریں جو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی ہو سکے اور دعا فرمائیں کہ میں اپنے موجودہ دین پر ثابت قدم رہوں جسے اللہ نے اپنے رسول کے لیے منتخب فرمایا ہے۔

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "اللہ نے تیری اور تیرے باپ دونوں کی تکلیف دور کر دی۔"

اُس وقت میرے والد بھی بیمار تھے مگر میں نے اُن کی بیماری کے لیے اپنے خط میں کچھ نہ لکھا تھا۔ تاہم آپ نے از خود اُن کے لیے بھی دعاء فرما دی۔ (کشف الغمہ ص۲۵۱)

(۲۴) آپ کی سخاوت

ایک مرتبہ ابو عمرو بن عثمان بن سعید و احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی، حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ میں بہت مقروض ہو گیا ہوں۔

آپ نے اپنے وکیل ابو عمرو بن عثمان سے فرمایا: تیس ہزار درہم ان کو دے دو۔ تیس ہزار درہم علی بن جعفر کو دے دو اور تیس ہزار درہم تم خود لے لو۔

واقعاً اس قسم کی سخاوت کرتے ہوئے اِس زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا گیا۔

(مناقب جلد ۴ ص۴۰۹)

(۲۵) احیائے موتیٰ

عیون المعجزات میں ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحت یاب ہو کر واپس جاتے، آپ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ چڑیاں جاندار بن کر اُڑ جایا کرتی تھیں۔

میں نے کہا آپ میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی فرق نہیں۔

آپ نے فرمایا، فرق کیسے ہوگا میں اُن میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔

سفارش کی۔

اس نے کہا، اے عبیداللہ! اگر تم پر مجھے پہلے سے کوئی شک ہوتا تو آج یقین کر لیتا کہ تم رافضی ہو۔ تمہیں معلوم نہیں، یہ فلاں کا وکیل ہے میں تو اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ خبر علی بن جعفر کو ملی، اُس نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو خط لکھا کہ: میرے آقا و سردار! خدا کے لیے میرے متعلق دعا کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں شک و ریب میں مبتلا ہو جاؤں۔

آپ نے ایک پرچے میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تم ایسی منزل پر پہنچ گئے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔

یہ شبِ جمعہ کا واقعہ ہے، صبح ہوئی تو متوکل کو بخار آ گیا اور ایسا بڑھا کہ اس کی شدت سے چیخنے چلانے لگا۔

اُس نے حکم دیا کہ رہائی کے لیے قیدیوں کے نام ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔ ضمناً علی بن جعفر کا بھی ذکر کیا اور عبیداللہ سے کہا کہ تم نے اس کا نام میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا۔

عبیداللہ نے کہا، اب ایسی بات تو تا ابد نہ کروں گا۔

متوکل نے کہا، نہیں، اس کو فوراً رہا کرو اور اس سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔

پھر علی بن جعفر امام ابوالحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ چلا گیا اور وہاں کا مجاور ہو گیا۔ ادھر متوکل اچھا ہو گیا۔ (رجال کشی ص۵۰۵)

• علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جب میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی طرف رُخ کیا اور بولا:

دیکھو! تم اپنا دل ایسی باتوں میں نہ اُلجھاؤ، تمہارے چچا نے خود مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص رافضی اور علی بن محمد کا وکیل ہے۔

پھر اُس نے قسم کھائی کہ اب تو مرنے کے بعد ہی قید خانے سے نکالوں گا۔

جب میں نے یہ سُنا تو اپنے آقا کو خط لکھا کہ میں بہت دل تنگ ہو چکا ہوں اور ڈر ہے کہ کہیں میرے دل میں کجی پیدا نہ ہو جائے۔

آپ نے اِس کے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا اگر تم اس منزل کو پہنچ گئے ہو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔

پھر اگلا جمعہ بھی نہیں آنے پایا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (رجال کشی ص۵۰۴)

اللہ بہترین کفایت کرنے والا ہے، دشمن ذلیل ہو گیا اور بری طرح مرا، دنیا و آخرت اس کی خراب ہو گئیں۔

محمد بن سنان رامزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مرد خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا ہوا رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہائے اب میں اپنا سامان کس پر بار کروں گا۔ ؟

آپ اُدھر سے گذر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ یہ مرد خراسانی آپ اہلبیت کے دوستداروں میں سے ہے۔

یہ سن کر آپ اس مردہ گدھے کے قریب گئے اور فرمایا، بنی اسرائیل کی گائے اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اس کے بعض عضو سے میت کو مس کیا گیا اور وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے اپنے داہنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا قُم بِاِذنِ اللہ (اللہ کی اجازت سے کھڑا ہو)۔

ٹھوکر لگتے ہی اس مردہ گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر مرد خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو جس راستے سے گذرتے لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے،

انھوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

(۲۶) سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں

اسحاق بن عبداللہ علوی عریضی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اس امر میں اختلاف تھا کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں۔ یہ دونوں اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوالحسن امام علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت سر من رائے جانے سے پہلے مقام صریا میں مقیم تھے۔

آپ نے دیکھتے ہی فرمایا، تم دونوں یہ پوچھنے آئے ہو کہ سال کے اندر وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔

دونوں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپ نے فرمایا، سنو! وہ چار دن یہ ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول تاریخ ولادت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (۲) ۲۷ رجب، روز بعثت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) ۲۵ ذی القعدہ، جس میں زمین بچھائی گئی (۴) ۱۸ ذی الحجہ، یوم غدیر خم جس دن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص۴۱۱)

(۲۷) ایک مومن کے قرض کی ادائیگی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام بیرونِ سر من رائے کسی کام سے تشریف لے گئے۔ ادھر ایک اعرابی آپ کو ڈھونڈتا ہوا بیت الشرف جا پہونچا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ آپ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔

وہ اعرابی وہاں پہونچ گیا۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو ؟

اُس نے عرض کیا، میں کوفہ کا باشندہ ہوں اور آپ کے جد جناب امیر المومنین علیہ السلام کے دامن سے متمسک ہوں، مجھ پر کافی قرض واجب الادا ہے اور آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس اپنی حاجت لیکر جاؤں۔

آپ نے فرمایا، فکر نہ کرو، اور آج یہیں قیام کرو۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اس سے فرمایا میری تجھ سے ایک درخواست ہے کہ جیسے میں کہوں ویسے ہی کرنا۔

اس نے کہا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا۔

آپ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک دستاویز لکھ کر دی اور اقرار کیا کہ مجھ پر اِس اعرابی کی اتنی رقم واجب الادا ہے۔

اس دستاویز کو دیکر اُس اعرابی سے فرمایا، اسے لیلو اور جب میں سر من رائے میں واپس پہونچوں تو میرے پاس آنا، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، تم اُن ہی کے سامنے اِس مطلوبہ و مکتوبہ رقم کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور شدید تقاضا کرنا اور مہلت دینے سے بھی انکار کرنا۔ اور دیکھو! خدا کے لیے اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا؛

پھر دستاویز لیکر چلا گیا۔

جب امام علی النقی علیہ السلام سر من رائے پہونچے اُس وقت جبکہ آپ کے پاس خلیفۂ وقت کے اصحاب اور دیگر لوگ بھی جمع تھے، وہ شخص آیا۔ اُس نے دستاویز نکالی اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

پاس بیٹھا تھا، میں نے طبیب سے کہا "آب گرفت"۔

یہ سن کر آپؑ مسکرائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تمہارا خیال ہے کہ میں فارسی نہیں جانتا؟

طبیب نے عرض کیا، کیا آپؑ بھی فارسی جانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں میں بہت اچھی فارسی جانتا ہوں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ "دالوں میں پانی بھر آیا ہے"۔

ابو ہاشم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقیؑ کے پس پشت ایک غلام کھڑا تھا:

آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اس غلام سے فارسی زبان میں گفتگو کرو۔

میں نے اُس سے کہا "نام تو چیست"؟

غلام نے کوئی جواب نہ دیا، اور خاموش رہا۔

آپؑ نے اُس سے عربی زبان میں فرمایا، یہ تمہارا نام پوچھ رہے ہیں۔

(بصائر الدرجات ص ۳۳۸)

ابراہیم بن مہزیار کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے علی بن مہزیار کو خط لکھا اور اس میں ہدایت فرمائی کہ اُن کے لیے ایک مقدارِ ساعات (گھڑی) بنا دی جائے۔

گھڑی تیار کر کے ہم آپؑ کی خدمت میں اس کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقامِ سیّار پر پہونچے تو علی بن مہزیار نے آپؑ کو اپنی آمد کی اطلاع پہونچا دی اور باریابی کی اجازت چاہی

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم لوگ بعدِ ظہر حاضر ہو جانا۔

لہٰذا، ہم سب لوگ بعدِ ظہر وہاں پہونچ گئے۔ شدید گرمی کا دن تھا، ہمارے ساتھ علی بن مہزیار کا غلام مسرور بھی تھا۔ آپؑ کے مکان کے قریب آپؑ کا غلام بلال ہمارے انتظار میں کھڑا تھا۔

اُس نے کہا آپ لوگ اندر آجائیں۔

ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے پیاس بڑی شدید محسوس ہو رہی تھی۔

ابھی ہم ذرا دیر بیٹھے ہی تھے کہ ایک غلام پانی کے چند کوزے لیکر آیا۔ پانی بیحد شیریں اور ٹھنڈا تھا۔ ہم نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد آپؑ نے علی بن مہزیار کو بلایا اور اس کے ساتھ عصر کے بعد تک مصروفِ گفتگو رہے۔ پھر مجھے بلایا، میں نے پہونچ کر سلام عرض کیا، اور دست بوسی کی اجازت چاہی

آپؑ نے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ کے بوسے لیے۔ آپؑ نے مجھے دعا دی۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر اُٹھ کر آپؑ سے رخصت ہوا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو آپؑ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:

اے ابراہیم!

میں نے عرض کیا، لبیک یا سیّدی!

آپؑ نے فرمایا، ابھی نہ جاؤ۔

میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ مسرور غلام بھی ہمارے ساتھ تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اِس مقدارِ ساعات (گھڑی) کو نصب تو کردو۔

پھر آپؑ وہاں سے باہر تشریف لائے، آپؑ کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، آپؑ اُس پر تشریف فرما ہوگئے۔ آپؑ کے بائیں جانب ایک اور کرسی رکھ دی گئی، اُس پر علی بن مہزیار بیٹھ گئے میں مقدارِ ساعات کے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔ اتنے میں مقدارِ ساعات سے ایک کنکری گری۔

مسرور نے کہا، ہشت۔

آپؑ نے فرمایا، ہشت یعنی ثمانیہ (آٹھ ساعت)

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

ہم سب شام تک وہاں رہے۔ چلتے وقت آپؑ نے علی بن مہزیار سے فرمایا: کل مسرور کو میرے پاس بھیج دینا۔

دوسرے دن جب مسرور آپؑ کے پاس پہونچا تو آپؑ نے اُس سے فرمایا:

"بار خدا چون"

اُس نے جواب میں عرض کیا "نیک"

اس کے بعد جب نصر ادھر سے گذرا تو آپؑ نے فرمایا: "دربند، دربند"

دروازہ بند کر دیا گیا اور نصر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے مجھ کو چادر اُڑھادی پھر مہزیار آیا تو پوچھا، کیا یہ چادر نصر کے خوف سے ڈال دی گئی تھی۔

اُس نے کہا، جی ہاں، میں اس سے تقریباً اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عمر بن فرج سے۔

(بصائر الدرجات ص ۲۳۷)

(۳۱) — سقلابی زبان میں مسلسل گفتگو

علی بن مہزیار کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے آپؑ کے پاس اپنے ایک سقلابی غلام کو بھیجا:

جب وہ واپس آیا تو بڑا حیرت زدہ ساتھا میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپؑ نے غلام سے کاغذ اور دوات طلب فرمایا۔
وہ غلام کاغذ اور دوات لانے کے لیے گیا۔
اسی دوران آپؑ کے گھوڑے نے ہنہنانا اور دُم ہلانا شروع کیا۔
آپؑ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا کیوں پریشان ہو۔
وہ دوبارہ ہنہنایا۔
آپؑ نے اُسے ہاتھ سے تھپتھپایا، اور فارسی زبان میں فرمایا، لجام چھڑا لے باغ کے ایک گوشے میں جا اور وہیں اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آجا اور اسی مقام پر آ کر کھڑے ہو جانا۔
گھوڑے نے اپنا سر اُٹھایا، لگام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے مقام پر واپس آ کر کھڑا ہو گیا۔
یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا۔
آپؑ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ اور داؤدؑ اور آلِ داؤدؑ کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے پیشِ نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔
میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول! آپؑ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اِس نے آپؑ سے کیا کہا تھا، اور آپؑ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟
آپؑ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اُٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلیے تاکہ میں فارغ ہو جاؤں۔
میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟
اس نے کہا، میں تھک گیا ہوں۔
میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے یعنی مدینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے فارغ ہو کر چلوں گا۔
اس نے کہا، مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپؑ کے سامنے کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔
میں نے کہا، اچھا، اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ۔
پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔

اتنے میں وہ غلام دوات اور کاغذ لیکر آگیا، مگر آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ آپؑ نے کاغذ اپنے سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا، اتنا کہ خط نظر نہ آتا تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ جس طرح مجھے نظر نہیں آتا، آپؑ کو بھی نظر نہ آتا ہوگا۔ اِس لیے میں نے غلام سے کہا کہ اندر سے کوئی شمع وغیرہ لے آؤ تاکہ تمھارے آقا کو کچھ نظر تو آئے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔
غلام چلا، تو آپؑ نے فرمایا، نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔
چنانچہ اسی تاریکی میں آپؑ نے ایک طویل خط لکھا۔ سرخیٔ شفق بھی غائب ہو چکی تھی۔ آپؑ نے خط تمام کر کے اپنی مُہر لگائی اور میرے حوالے کیا۔ میں چلنے کو تیار ہوا، تو جی میں آیا کہ جانے سے پہلے اسی خیمے میں نماز بھی پڑھ لوں، پھر مدینہ جاؤں۔
آپؑ نے فرمایا، اے احمد! تم مغرب و عشاء کی نماز مسجدِ رسولؐ میں پڑھنا اور مکتوب الیہ کو وہیں روضۂ رسولؐ میں تلاش کرنا۔ وہ انشاء اللہ وہیں ملے گا۔
راوی کا بیان ہے کہ میں خط لیکر وہاں سے جلدی جلدی چلا، مسجدِ رسولؐ میں آیا تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ آپؑ کے ارشاد کے مطابق مکتوب الیہ کو تلاش کیا، وہ واقعًا، وہیں ملا۔ میں نے آپؑ کا خط اس کو دیا۔ اس نے پڑھنے کے لیے کھولا تو روشنی کم تھی، اُس سے پڑھا نہ گیا۔ میں نے وہ خط اُس سے لیکر مسجد کے چراغ کی روشنی میں پڑھ کر سُنا دیا۔ میں نے دیکھا کہ تحریر کے حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔
خط سُننے کے بعد اُس شخص نے کہا، میں کل اِس کا جواب لکھ دوں گا، آ کر لے لینا۔
دوسرے دن میں نے جا کر خط کا جواب لیا اور پھر حضرت ابوالحسن علیہ السّلام کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا۔
آپؑ نے دریافت فرمایا، وہ شخص جہاں میں نے کہا تھا، وہیں ملا تھا ؟
میں نے عرض کیا، جی ہاں۔
آپؑ نے فرمایا، بہت خوب۔

(۳۴) پرندوں کی نظر میں احترامِ امامؑ

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ:
متوکل کی ایک جالیدار نشست گاہ تھی جس میں دھوپ چھن چھن کر اندر آتی تھی۔ وہاں اس نے بہت سی چڑیاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چہچہاتی رہتی تھیں۔ سلامی کے دن جب وہ وہاں بیٹھتا تو اُن کی چہچہاہٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور لوگ اُس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب حضرت امام علی النقیؑ

تشریف لاتے تو چڑیاں بالکل خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپؑ وہاں موجود رہتے کسی چڑیا
کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپؑ کے جانے کے بعد چڑیاں پھر بولنے لگتی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی دیواروں میں بہت سے کبوتر بھی پلے ہوئے تھے۔ جب وہ وہاں آکر بیٹھتا تو وہ کبوتر چھوڑے جاتے اور اوپر اُڑ کر ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل انہیں دیکھ کر ہنستا اور خوش ہوتا مگر جب حضرت امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سارے کبوتر دیوار پر اپنی اپنی کابکوں میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور جب تک آپؑ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ ان میں بیٹھے رہتے۔ آپؑ کے جانے کے بعد پھر اُڑ کر آپس میں جنگ کرنے لگتے۔

(مختار الخرائج والجرائح صہ ۲۲)

(۳۵) — امامؑ کی فوج اور اس کی شان

روایت کی گئی ہے کہ متوکل یا واثق یا ...
بنی عباس میں سے کسی نے سر من رائے کی فوج کو حکم دیا جو نوّے ہزار ترکی سواروں پر مشتمل تھی کہ ... اپنے گھوڑوں کے چارہ کھانے کے توبڑے میں سُرخ مٹی بھر کر لائے اور اُسے فلاں مقام پر ڈال ... سب نے ایسا ہی کیا جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اس کا نام تلہ مخالی پڑ گیا (تلہ ... (توبڑوں کا پہاڑ) پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو بلا کر انہیں بھی اس ٹیلے پر چڑھا لیا، اور بولا:

میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھ لو یہ کتنی ہے، کیا کیا اس ... ہیں، کیا کیا ان کے سامان ہیں، کیا شان و شوکت و رُعب و ہیبت ہے۔

اُس کا مقصد یہ تھا کہ اُس کے خلاف جس کسی کے بھی خروج کا ارادہ ہو دل ٹوٹ جائے ہمت پست ہو جائے۔ خصوصاً اُس کو اِس کا خوف تھا کہ کہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے کسی خاندان کے شخص کو حکم نہ دیدیں کہ خلیفۂ وقت کے خلاف خروج کرو۔

حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے فرمایا، تو نے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت تو دکھادی، اب میری فوج اور اُس کی شان و شوکت بھی دیکھے گا ؟

اُس نے کہا، جی ہاں دکھائیں۔

آپؑ نے اللہ سے دعا کی اور اُس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے اسلحوں سے آراستہ ہیں۔

یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو آپؑ نے فرمایا، اطمینان رکھو ہم تمہارا جھگڑا اور مناقشہ دنیا میں نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں اور تمہارا خیال غلط ہے

(۳۶) — متوکل نے امامؑ کی زیارت پر پابندی لگا دی لیکن؟

ابوالقاسم بن قاسم نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل کا حکم تھا کہ کوئی شخص بھی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے گھر نہ جائے۔

ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام متوکل کے گھر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ شیعوں کی ایک جماعت مکان کی دیوار کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے، تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو ؟

اُن لوگوں نے جواب دیا، ہم اپنے مولا و آقا کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ آئیں تو آپؑ کو سلام کریں اور آپؑ کی زیارت کریں۔

میں نے پوچھا، اگر اُن کو دیکھو گے تو پہچان لو گے ؟

اُنھوں نے کہا، ہاں ہم سب اُن کو پہچانتے ہیں۔

الغرض جب آپؑ تشریف لائے، تو یہ سب تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؑ کو سلام کیا، آپؑ سواری سے اُترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ بتاؤ، تم نے اپنے مولا کو دیکھ لیا ؟

اُن لوگوں نے کہا، ہاں۔

میں نے کہا، بتاؤ وہ کیسے ہیں ؟

ایک نے کہا، بوڑھے ہیں سر کے بال بھی سفید ہو گئے ہیں مگر چہرہ سرخی مائل ہے۔

دوسرے نے کہا، جھوٹ نہ بولو، چہرہ گندمی ہے، ریش مبارک سیاہ ہے۔

تیسرے نے کہا، نہیں نہیں گورے رنگ کے ہیں مگر ذرا ڈھلکا ہوا رنگ ہے۔

میں نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ اُن کو پہچانتے ہو۔ اچھا اب جاؤ خدا حافظ۔

(الخرائج والجرائح)

(۳۷) — انتہائے پریشانی میں اللہ پر بھروسہ کرنا ایمان کی نشانی ہے

(ایک نصرانی کا واقعہ)

ہبۃ اللہ بن ابی منصور موصلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ دیار ربیعہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو فلسطین کے ایک گاؤں کفر توثا کا رہنے والا تھا اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ اس کی اور میرے والد کی بڑی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ وہ

آیا، اور میرے والد کے وہاں قیام کیا۔

والد نے پوچھا کیا بات ہے، اس وقت کیسے آنا ہوا۔ ؟

اُس نے کہا، میں متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا گیا ہوں معلوم نہیں کیا معاملہ ہے، میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں نے اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ ایک دینار پر فروخت کیا ہے اور وہ رقم علی ابن محمد بن رضاؑ کے لیے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

میرے والد نے کہا، اللہ تجھے اور توفیق دے۔

اس کے بعد وہ متوکل کے دربار میں گیا اور چند دنوں بعد واپس آیا، بہت خوش اور بہت مسرور تھا۔

میرے والد نے پوچھا، اپنا واقعہ تو بیان کرو۔

اس نے کہا، میں یہاں سے سرمن رائے گیا اور آبادی میں داخل ہونے اور کہیں قیام کرنے سے پہلے میں نے دل میں کہا کہ متوکل کے دربار میں داخلے اور اس سے پہلے کہ کسی کو میرے آنے کی اطلاع ہو، میں یہ رقم حضرت علی ابن محمد بن رضاؑ کو پہونچا دوں۔ وہاں پہونچ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے کہیں آنے جانے پر متوکل نے پابندی لگادی ہے، وہ اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔ مگر میں نے سوچا کہ یہ کیسے کروں۔ لوگ سوچیں گے کہ ایک مرد نصرانی، علی ابن محمد بن رضاؑ کا گھر کیوں دریافت کر رہا، یہ تو اور زیادہ خطرے کی بات ہے۔

تھوڑی دیر میں سوچتا رہا، پھر دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر شہر میں چلوں جدھر یہ گدھا جائے اسے جانے دوں، شاید کہیں ابن محمد ابن رضا (علی النقی علیہ السلام) کے گھر کا پتہ چل جائے اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ دینار ایک پوٹلی میں رکھے اور اُسے اپنی آستین میں ڈال لیا اور گدھے پر سوار ہو گیا۔ وہ گدھا بازاروں اور گلیوں کو چیرتا ہوا اپنی مرضی سے چلتا رہا۔ یہانتک کہ ایک گھر کے دروازے پر جاکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کوشش کی کہ آگے بڑھے مگر، ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔ وہیں جم کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کسی سے پوچھو کہ یہ کس کا گھر ہے۔ ؟

اُس نے پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی ابن محمد بن رضاؑ کا گھر ہے۔

میں نے کہا، اللہ اکبر، بخدا، یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں ایک حبشی غلام اندر سے نکلا اور بولا: کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے غلام سے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو، اپنی سواری سے اترو۔

میں سواری سے اتر پڑا۔ اُس نے مجھے دہلیز پر بیٹھا دیا۔ اور خود اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا، یہ دوسری دلیل ہوئی جبکہ میں اس شہر میں نہ کبھی آیا اور نہ کسی سے شناسائی، پھر اس غلام کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔

اتنے میں غلام دوبارہ باہر نکلا، اور بولا: ایکہزار دینار جو ایک پوٹلی میں بندھے ہوئے تمہاری آستین میں ہیں، اسے نکال کر مجھے دو۔

میں نے فوراً نکال کر اسے دیدیے۔ اور دل میں کہا، یہ تیسری دلیل ہوئی۔

اس کے بعد غلام پھر آیا، اور بولا، اندر آؤ۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے یوسف! تم نے کیا طے کیا؟

میں کہا، مولا! دلیلیں تو کئی ایک دیکھیں اور اسے سمجھنے کے لیے کافی بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا، افسوس، تم ابتک اسلام نہیں لائے، خیر تو نہ سہی، تمہارا فلاں لڑکا عنقریب اسلام لائے گا اور وہ میرے شیعوں میں سے ہوگا۔ اے یوسف! لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفاعت تم جیسے لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔ خدا کی قسم، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ہماری شفاعت تمہارے امثال کے لیے بھی مفید ہوگی۔ اب جس سے ملنے کے لیے تم بلائے گئے ہو، جاؤ اُس سے ملو، انشاء اللہ تمہارا کام تمہارے حسب خواہش ہو جائے گا۔

پھر میں وہاں سے اُٹھ کر متوکل کی ڈیوڑھی پر گیا، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ کر واپس آیا۔

ہبۃ اللہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد، یعنی اس کی وفات کے بعد مجھ سے اس کے بیٹے کی ملاقات ہوئی۔ بخدا وہ مسلمان تھا اور اچھے معیار کا شیعہ تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا باپ تو اپنے مذہب یعنی نصرانیت پر ہی مرا، مگر وہ اسلام لایا اور وہ برابر کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولا کی بشارت ہوں۔

(مختار الخرائج والجرائح صـ۲۱۰)

(۳۸) رُعبِ امامت

محمد بن حسن بن اشتر علوی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ دروازۂ متوکل پر تھا۔ آپ اُس وقت تمام طالبیوں، عباسیوں اور فوجیوں وغیرہ کے درمیان سب سے چھوٹے تھے اور یہ دستور تھا کہ جب حضرت امام ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سب اپنی اپنی سواریوں سے اُتر کر پا پیادہ ہو جاتے تھے اور جبتک آپ اندر تشریف نہ لیجاتے سب پا پیادہ رہتے۔

ایک دفعہ اُن میں سے چند لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم لوگ اس کم سن بچے کے لیے

کیوں پاپیادہ ہوں نہ اس میں ہم لوگوں سے زیادہ شرف ہے نہ یہ ہم سے بڑا ہے نہ ہم سے زیادہ اُس کا سن ہے نہ ہم سے زیادہ اس کا علم ہے۔ لہٰذا اب ہم لوگ اس کے لیے سواری سے نہ اُتریں گے۔

ابو ہاشم نے کہا، مگر خدا کی قسم تم لوگ ان کو دیکھو گے تو ضرور بالضرور سواریوں سے اُتر جاؤ گے۔

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ آپؑ تشریف لائے اور آپؑ کو دیکھتے ہی تمام لوگ پاپیادہ ہو گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ہم سواریوں سے نہ اُتریں گے ؟

اُن لوگوں نے جواب دیا، خدا کی قسم، ہم لوگ اپنے قابو سے باہر ہو گئے اور سواریوں سے اُتر پڑے۔

(مناقب جلد۴ ص۴۰۷)

- اعلام الوریٰ میں بھی محمد بن حسن سے یہی روایت مرقوم ہے۔

(۳۹) میں امامت کا کیوں قائل ہوا ؟

ابو العباس احمد بن نضر اور محمد بن علویہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا اور وہ شیعہ تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو چھوڑ کر تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوئے۔ ؟

اُس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ ایسی بات دیکھی جس سے اُن کی امامت کا قائل ہو گیا۔

پھر اُس نے اپنا قصہ اس طرح شروع کیا۔

اُس نے کہا، سنو ! میں ایک مردِ فقیر تھا، میرے پاس صرف زبان تھی اور جرأت تھی۔ اہلِ اصفہان مجھے اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک بار دربارِ متوکل میں فریاد کرنے کے لیے لے گئے۔

ایک دن ہم لوگ بابِ متوکل پر تھے کہ حکم نکلا کہ علی بن محمد بن رضاؑ کو حاضر کیا جائے میں نے اپنے قریب کسی سے پوچھا، یہ کون شخص ہے، جس کے حاضر کیے جانے کا حکم نکلا ہے۔

اُس نے کہا کہ یہ ایک مردِ علوی ہے، رافضی اس کو اپنا امام کہتے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ متوکل نے اس کو قتل کرنے کے لیے بلایا ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا، اب میں بغیر اس شخص کو دیکھے ہوئے یہاں سے نہ جاؤں گا۔ اُس کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا، وہ مردِ علوی گھوڑے پر سوار آیا۔ لوگ راستہ پر دونوں طرف صفیں باندھے ہوئے کھڑے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری نظر اُس پر پڑی، تو بے اختیار دل میں اس کی محبت آ گئی اور دل ہی دل میں اللہ سے دُعا کرنے لگا کہ اللہ اس کو متوکل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اسی طرح دونوں صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے گئے اُن کی نظر صرف اپنے گھوڑے کی ایال پر تھی، نہ داہنے جانب تھی نہ بائیں جانب، اور میں مسلسل دُعا میں مشغول تھا۔ جب وہ میرے قریب پہونچے تو میری طرف رُخ کر کے کہا۔

" اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور تجھے طولِ عمر و کثرتِ مال و اولاد سے نوازا۔

یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر پڑا۔

لوگوں نے پوچھا، کیا بات ہو گئی ؟

میں نے کہا کچھ نہیں، ویسے سب خیریت ہے

اس کے بعد ہم لوگ اصفہان واپس آئے اور یہاں آ کر اللہ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیے۔ آج یہ حال ہے کہ میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو باہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ نے مجھے دس اولادیں دیں اور میری عمر اس وقت چھہتر ۷۵ سال کی ہے اور میں اُس شخص کی امامت کا قائل ہوں جو میرے دل کی بات کو جان گیا۔ اور اس کی دعا، اللہ نے میرے حق میں قبول فرمائی۔ (مختار الخرائج والجرائح ص۲۰۹)

(۴۰) زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے مجھے طلب کیا اور کہا، تم تین سو آدمی جسے چاہو منتخب کر لو اور کوفہ جاؤ وہاں اپنے سامان چھوڑ دو، وہاں سے صحرا کی جانب سے سیدھے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن رضاؑ کو تعظیم و تکریم کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔

میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے چلا، میرے ساتھ شراۃ (خارجیوں) کا ایک سردار بھی تھا، اور میرا منشی مردِ شیعہ تھا، مگر میں حشویہ مذہب پر تھا۔ وہ خارجی شاری میرے اُس منشی سے مناظرہ کیا کرتا، اور اسی طرح ان دونوں کے مناظرہ میں راستہ طے ہوتا گیا۔

جب آدھا راستہ طے ہو گیا، تو اُس خارجی نے منشی سے کہا :

" کیا تمھارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ " روئے زمین کا

کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جہاں قبر نہ ہو یا قبر نہ بننے والی ہو۔"

اب اسی سرزمین کو دیکھو یہاں کون مرا ہوگا۔ اور تم لوگوں کے خیال کے مطابق یہاں کن لوگوں کی قبریں ہوں گی ؟

میں نے اپنے منشی سے پوچھا، کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو ؟

اس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، پھر یہ خارجی سچ کہتا ہے اتنے لمبے چوڑے صحرا میں کون مرا ہوگا، چہ جائیکہ یہ قبروں سے بھرا ہو۔ یہ کہہ کر ہم لوگ آپس میں ہنسنے لگے۔ اور وہ منشی سب کے سامنے نادم و شرمندہ ہوگیا۔

وہاں سے ہم لوگ روانہ ہوکر مدینہ پہونچے اور حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بن رضا علیہ السلام کے درِ دولت پر آئے، حاضری کی اجازت لی، اندر گئے، متوکل کا خط دیا، آپؑ نے پڑھا اور فرمایا:

تم لوگ قیام کرو، مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

دوسرے دن میں آپؑ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا، سخت گرمی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ آپؑ کے پاس ایک درزی بھی موجود ہے اور وہ جاڑے کے موٹے کپڑے قطع کر رہا ہے۔ کچھ صدریاں قطع کی جا رہی ہیں، جو آپؑ کے اور آپؑ کے غلاموں کے لیے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے خیاط سے کہا، تم بہت سے درزیوں کو جمع کرلو اور آج ہی ان سب کو سی ڈالو۔ اور کل اسی وقت میرے پاس لاؤ۔

پھر میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، اے یحییٰ تم لوگوں کو مدینہ میں کچھ ضروری کام کاج ہو، تو آج ہی کر ڈالو۔ اور کل اسی وقت یہاں سے کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا، مگر صدریوں اور بنڈیوں کی وجہ سے مجھے سخت تعجب تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ گرمی کا دن ہے اور پھر حجاز کی گرمی اور یہاں سے عراق دس دن کی راہ بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے۔ پھر دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے اس شخص نے کبھی سفر نہیں کیا ہے، اس خیال ہے کہ ہر سفر میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رافضیوں پر تعجب ہے کہ اس شخص کے اس فہم و سمجھ کے باوجود یہ لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں۔

دوسرے دن میں پھر آیا، تو سارے کپڑے سلے ہوئے تیار تھے۔

آپؑ نے اپنے غلاموں کو آواز دی کہ آؤ اپنے اپنے کپڑے اور لبادے و کنٹوپ لے جاؤ۔

پھر فرمایا، اچھا، اب کوچ کرو۔

میں نے دل میں کہا، یہ تو اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات ہے، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ راستے ہی میں جاڑے کا موسم آجائے گا۔ کہ انھوں نے اپنا لباس اور کنٹوپ لے لیا ہے۔

الغرض میں نے اسے ان کی کم فہمی پر محمول کرتے ہوئے وہاں سے کوچ کیا اور مسافت طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہونچے جہاں قبروں کے متعلق مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں پہونچتے ہی ایک سیاہ بادل اٹھا اور گرج و چمک کے ساتھ ہم لوگوں کے سروں پر آگیا اور بڑے بڑے اولے برسانے لگا۔ آپؑ نے اور آپؑ کے غلاموں نے صدریاں پہن لیں، سروں پر کنٹوپ اور جسم پر لبادہ ڈال لیا۔

پھر اپنے غلاموں سے کہا، ایک لبادہ یحییٰ کو اور ایک کنٹوپ اس منشی کو دے دو۔

ہم پر اولے برستے رہے اور ہمارے ساتھیوں میں سے اسّی آدمی مر گئے۔ پھر اولے پڑنے موقوف ہوئے۔ گرمی پہلے جیسی پھر پلٹ آئی۔

آپؑ نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھیوں سے کہو، اتریں اور اپنے مردوں کو دفن کریں۔ دیکھو! اس طرح اللہ تعالیٰ صحرا کو بھی قبروں سے بھر دیتا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً اپنی سواری سے کود پڑا، دوڑتا ہوا آپؑ کے پاس آیا، آپؑ کے پاؤں اور رکابوں کو بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپؑ لوگ زمین پر اللہ کے واقعی خلیفہ ہیں۔

میں پہلے کافر تھا، اب آپؑ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔

یحییٰ کہتا ہے کہ پھر میں شیعہ ہوگیا، مرتے دم تک آپؑ کی خدمت میں رہا۔

(مختار الخرائج والجرائح)

(۴۱) — طی الارض

اسحاق جلاب سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بھیڑ بکریاں خریدیں۔ آپؑ نے مجھے بلایا اور گھر کے باڑے سے ایک ایسی وسیع جگہ لے آئے جس سے میں واقف نہ تھا وہاں پر آپؑ نے مجھے بکریاں چھانٹنے کا حکم دیا، میں وہ بکریاں چھانٹنے لگا۔ اس کے بعد آپؑ کے بڑے صاحبزادے ابوجعفر اور ان کی والدہ وغیرہ کو بھی اطلاع دیدی جنھوں نے خریدنے کے لیے کہا تھا۔ پھر میں نے آپؑ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی۔

آپؑ نے فرمایا، کل تک یہیں قیام کرو پھر چلے جانا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ٹھہر گیا اور عرفہ کے دن بھی آپؑ ہی کے وہاں قیام کیا۔ عید الاضحیٰ کی شب آپؑ کے سائبان میں سویا۔ سحر کے وقت آپؑ تشریف لائے۔ اور فرمایا،

اے اسحاق اٹھو!

میں اٹھا اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ میں بغداد میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوں

میں اپنے والد کے پاس پہونچا اور میرے دوست احباب میرے پاس آئے۔

میں نے ان سے کہا، عرفہ کے دن تو میں مقامِ عسکر میں تھا اور عید کرنے بغداد آگیا

(بصائر الدرجات)

(۴۲) زینب بنتِ فاطمہؑ ہونے کی دعویدار

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ دورِ متوکل میں ایک عورت نمودار ہوئی جس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنتِ فاطمہؑ بنتِ رسول ہے

متوکل نے کہا، مگر تو ایک نوجوان عورت ہے اور نواسئ رسول اللہ کو گذرے ہوئے اتنے سال ہو چکے ہیں۔

اُس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کی تھی کہ پروردگارا! اس بچی کو ہر چالیس سال بعد از سرِ نو جوان کر دیا کرنا۔

مگر اتنے دنوں تو میں نے لوگوں پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ اب میں آپ لوگوں کے سامنے بربنائے ضرورت آئی ہوں۔

متوکل نے آلِ ابی طالب، آلِ عباس و قریش کو بلایا اور اُن سے دریافت کیا۔

اُن میں سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ زینب بنتِ فاطمہؑ نے فلاں سن میں وفات

متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بتا، اس روایت کے متعلق کیا کہتی ہے؟

اُس نے کہا، یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں اتنے دنوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی، اس لیے ان لوگوں کو میرے مرنے اور جینے کا کیا پتہ۔

متوکل نے ان لوگوں سے پوچھا، اس روایت کے علاوہ تم لوگوں کے پاس کوئی اور بھی دلیل ہے؟

ان لوگوں نے کہا، نہیں۔

متوکل نے کہا، اگر اس کے اس دعویٰ کو کسی دلیل سے رد نہ کیا گیا تو میں اس عورت کو بری کر دوں گا۔

لوگوں نے کہا، اچھا تو پھر امام علی النقی علیہ السلام کو بلالو، شاید اُن کے پاس کوئی دلیل ہو جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

متوکل نے آدمی بھیجا، آپؑ تشریف لائے۔ متوکل نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔

آپؑ نے فرمایا، وہ غلط کہتی ہے۔ حضرت زینبؑ نے فلاں سن فلاں مہینہ اور فلاں دن میں وفات پائی۔

اُس نے کہا، ہاں، ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کسی اور دلیل سے اس کے دعوے کو باطل نہ کیا جائے گا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔

آپؑ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں، میرے پاس ایسی دلیل ہے جو اسے بھی خاموش کردے اور دوسرے کو بھی۔

متوکل نے پوچھا وہ کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا، اللہ نے اولادِ فاطمہؑ کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال دیا جائے، اگر یہ اولادِ فاطمہؑ میں سے ہے تو اسے کوئی درندہ گزند نہ پہونچائے گا۔

متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بول کیا کہتی ہے۔؟

اُس نے کہا، ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اس طرح قتل ہو جاؤں۔ اگر یہ صحیح کہتے ہیں تو اس مجمع میں اولادِ فاطمہؑ بہت سی بیٹھی ہوئی ہے ان میں سے کسی کو درندوں کے کٹہرے میں ڈال کر دیکھ لیا جائے، پتہ چل جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سُن کر سارے مجمع میں سناٹا چھا گیا۔ بعض لوگ جو آپؑ سے بغض رکھتے تھے، بولے:

یہ خود درندوں کے کٹہرے میں جا کر دکھائیں، دوسروں کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں۔

لوگوں کا یہ جواب سُن کر متوکل آپؑ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:

یا ابا الحسن! پھر خود ہی کیوں نہ زحمت فرمائیں؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں ہاں، تمہیں اختیار ہے مجھے بھیج دو۔

متوکل نے کہا، پھر تشریف لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا، میں جاتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپؑ کو ایک سیڑھی دی گئی اور اس کے ذریعے سے آپؑ درندوں کے کٹہرے میں اُترے، اُس میں چھ عدد شیر پلے ہوئے تھے۔ آپؑ کٹہرے کے اندر جا کر بیٹھ گئے جب درندوں نے آپؑ کو دیکھا تو آپؑ کی طرف بڑھے اور آپؑ کے سامنے آکر سرنگوں ہو گئے۔ اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیے۔ آپؑ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ مشفقانہ انداز میں پھیرا، پھر اشارہ کیا کہ اس گوشے میں چلے جاؤ۔

وہ سب کے سب ایک گوشے میں (اطاعت گذاروں کی طرح) جا کر بیٹھ گئے۔

یہ دیکھ کر متوکل کے وزیر نے کہا' یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ انھیں اس کٹہرے سے جلد نکال لیا جائے ورنہ' اگر یہ خبر عام ہو گئی تو غضب ہو جائے گا۔

متوکل نے کہا' اے ابوالحسن! میں نے کسی بری نیت سے آپؑ کو اس میں نہیں بھیجا تھا' بلکہ آپؑ کی بات کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ اچھا' اب آپؑ سیڑھی کے ذریعے سے باہر نکل آئیں۔

جب آپؑ سیڑھی کی طرف بڑھے تو وہ سارے شیر پھر آپؑ کے پاس آئے آپؑ کے کپڑوں کو مس کرنے لگے۔

آپؑ نے سیڑھی کے پہلے زینہ پر قدم رکھ کر اشارے سے کہا' اب واپس جاؤ۔

وہ سب واپس ہو گئے۔ آپؑ اوپر آ گئے۔ اور فرمایا:

اچھا' اب اگر اور کسی کو دعویٰ ہو کہ میں اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں تو وہ کٹہرے میں جا کر میری جگہ بیٹھ جائے۔

متوکل نے اُس عورت سے کہا' اس کٹہرے میں جا۔

اُس نے کہا' نہیں نہیں، واقعاً میں نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ میں تو فلاں شخص کی بیٹی ہوں

متوکل نے حکم دیا' اس کو پکڑ کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

وہ ڈال دی گئی اور درندوں نے اسے چیر پھاڑ کر کھا لیا۔ (مختار الخرائج والجرائح)

(۴۳) مالِ کثیر کا مفہوم قرآن کی روشنی میں

ابو عبداللہ زیادی کا بیان ہے کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اُس نے نذر کی کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دیدی تو میں مالِ کثیر تصدق کروں گا۔

جب وہ صحتیاب ہوا' تو فقہاء نے مالِ کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔

اُس کے حاجب حسن نے کہا' یا امیر المومنین! اگر میں اس کا صحیح جواب لا دوں' تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے۔

متوکل نے کہا دس ہزار درہم' ورنہ سو کوڑے لگواؤں گا۔

حسن نے کہا مجھے منظور ہے۔

اِس کے بعد وہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپؑ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ اسّی ۸۰ درہم تصدق کرے۔

حاجب نے آ کر متوکل کو بتایا؛

اس نے کہا' اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ پھر امام علیہ السلام کے پاس آیا اور وجہ دریافت کی۔

آپؑ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ہے:

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ (سورہ برأت آیت ۲۵)

(اللہ نے کثیر مقامات پر تم لوگوں کی مدد کی)

جب ان مقامات کو شمار کیا گیا تو وہ اسّی ۸۰ مقامات ہوئے۔

حاجب نے جا کر متوکل کو بتایا۔ وہ خوش ہو گیا اور حاجب کو دس ہزار درہم عطا کیے۔

(۴۴) یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور اُن کے جوابات

ایک مرتبہ متوکل نے ابنِ سکیت سے کہا کہ امام علی النقی علیہ السلام سے میرے سامنے مشکل مسائل پوچھ کر دیکھو۔

ابنِ سکیت نے امام علیہ السلام سے پوچھا' یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو عصا کا معجزہ' حضرت عیسیٰؑ' بیماروں کو صحت دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن اور تلوار دیکر کیوں بھیجا؟

حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے جواب دیا کہ چونکہ اُس زمانے میں سحر و جادو کا بڑا زور تھا' اِس لیے حضرت موسیٰؑ کو عصا اور یدِ بیضا کا معجزہ عطا فرمایا' جس کے مقابلے میں ان لوگوں کا سارا سحر و جادو باطل ہو گیا' اور اُن پر حجت تمام ہو گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کے دور میں طب کا زور تھا' اس لیے اُن کو بیماروں کو صحت دینے اور مُردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیکر ان کے طب وغیرہ کو باطل کر دیا جس سے وہ لوگ مغلوب ہو گئے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تلوار اور اشعار کا بڑا زور تھا' اس لیے تلوار اور قرآن دیکر آنحضرتؐ کو اُن لوگوں پر اپنی حجت تمام کی اور اُن کے اشعار اور تلوار باطل ہو گئے

یحییٰ بن اکثم نے کہا' اے ابنِ سکیت! ان کو بحث و مناظرے سے لگاؤ نہیں میں ان سے کچھ سوالات پوچھتا ہوں۔

یہ کہکر یحییٰ ابنِ اکثم نے ایک کاغذ اُن کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابن سکیت

سے فرمایا اسے لکھتے جاؤ۔ (سورۃ النمل آیت)

(۱) تم نے قرآن مجید کی آیت قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو سنو! اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں، اور ایسا نہیں ہے کہ صرف آصف بن برخیا کو جو (اسمِ اعظم) معلوم تھا وہ حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھا، بلکہ وہ بھی جانتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنی امت کو جو جن و انس پر مشتمل تھی، بتا دیں کہ میرے بعد یہ حجتِ خدا ہیں اور یہ (اسمِ اعظم) حضرت سلیمان کے پاس تھا جو آپ نے آصف بن برخیا کو حکمِ خدا سے سپرد فرمایا تاکہ ان کی نیابت میں لوگ اختلاف نہ کریں اور لوگوں پر یہ دلیل مستحکم ہوجائے۔

(۲) تمہارا یہ سوال کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند کو سجدہ کیا۔ ؟

سنو! یہ سجدہ حضرت یوسفؑ کو نہ تھا، بلکہ حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا یہ سجدہ اللہ کی اطاعت میں کیا تھا، اور حضرت یوسفؑ کو سلام کرنا تھا جس طرح ملائکہ کا سجدہ حضرت آدمؑ کے لیے نہ تھا۔

پس حضرت یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں کا سجدہ جس میں خود حضرت یوسفؑ بھی شریک تھے، ان لوگوں کا اجتماعی سجدۂ شکر تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسفؑ نے بوقت سجدۂ شکر یہ کہا تھا" رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ (سورۂ یوسف آیت ۱۰۱)

(پروردگارا! بیشک تو نے مجھے ملک میں سے (کچھ حصہ) عطا فرمایا)

(۳) تمہارا سوال اس آیت کے متعلق: فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ (سورۂ یونس آیت ۹۴)

ترجمہ: (پس اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا، تو ان سے پوچھ، جو کتاب پڑھتے ہیں۔)

اس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ نے جو آیات آپؐ پر نازل فرمائی تھیں ان میں آپ کو کوئی شک نہ تھا، مگر جہلائے عرب یہ کہتے تھے کہ اللہ نے ملائکہ میں سے کسی کو نبی بنا کر کیوں نہ بھیجا اور اس کے اور دیگر لوگوں کے درمیان یہ فرق کیوں نہ رکھا کہ وہ نہ کھانا کھائے نہ پانی پیے اور نہ بازاروں میں گھومے پھرے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ ان جہلائے عرب کے سامنے ان لوگوں سے پوچھو جو کتبِ سماوی کے پڑھنے والے ہیں، کیا اللہ نے کبھی کسی ایسے نبی کو اس سے پہلے بھیجا ہے جو کھانا نہ کھاتا تھا یا پانی نہیں پیتا تھا ؟ پھر انہی کی سیرت تو اے محمدؐ! تمہارے لیے بھی نمونۂ عمل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "اگر تم کو کوئی شک ہو" تو آپؐ کو واقعاً کوئی شک نہ تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے بربنائے انصاف فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیۂ مباہلہ میں ارشاد فرمایا تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ (سورۂ آلِ عمران آیت ۶۱)

ترجمہ: (آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ)

اگر آپؐ اس کی جگہ یہ فرماتے کہ آؤ مباہلہ کریں اور ہم تم لوگوں پر اللہ کی لعنت کی بددعا کریں تو وہ ہرگز مباہلہ کے لیے نہ آتے، حالانکہ اللہ بھی جانتا تھا کہ اس کا نبی اور اس کا رسول کاذبین میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اللہ کا رسول بھی جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔ مگر رسولؐ نے چاہا کہ وہ اپنی طرف سے انصاف کریں۔

(۴) تمہارا اس آیت کے متعلق سوال " لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ ... " (سورۂ لقمان آیت ۲۷)

یہ ارشادِ قدرت کہ اگر تمام اشجار قلم بن جائیں، تمام سمندر روشنائی بن جائیں بلکہ اس میں سات دریا زمین سے پھوٹ کر مزید شامل ہوجائیں" ایسا ہی ہے جیسا طوفانِ نوحؑ میں ہوا تھا۔ پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوسکتے۔ اور وہ سات چشمے یہ ہیں۔

(۱) عینِ کبریت، (۲) عینِ یمن، (۳) عینِ برہوت، (۴) عینِ طبریہ (۵) عینِ حمہ ماسیدان جس کو لسان بھی کہتے ہیں (۶) حمہ افریقیہ جس کو سیلان بھی کہتے ہیں اور (۷) عین باحوران اور ہم لوگ وہ کلمات ہیں کہ جن کے فضائل کا درک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔

(۵) تمہارا سوال جنت کے متعلق: تو اس میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی، دلچسپی کے سامان ہوں گے، بلکہ ہر وہ شے ہوگی جس کی لوگ خواہش کریں گے اور ان کی آنکھوں کو بھلی لگیں گی۔ یہ تمام چیزیں اللہ نے وہاں ابنِ آدمؑ کے لیے مباح کردی ہیں۔ مگر وہ درخت جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی زوجہ کو منع کردیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اس کا پھل نہ کھانا تو وہ شجرِ حسد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے عہد لیا تھا کہ ان لوگوں کو حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا جن کو اللہ نے تم دونوں سے افضل بنایا ہے۔

(۶) اور اس آیت کے متعلق تمہارا سوال: اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا" (سورہ شوریٰ آیت ۴۲)

اس آیت کو ماقبل سے دیکھو، اس کا ترجمہ یہ ہے: اللہ جسے چاہتا ہے صرف لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صرف لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ملا کر دیتا ہے)

دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور رونا شروع کیا، اس قدر رویا کہ اس کو روتا دیکھ کر امیرالمومنینؑ بھی
رونے لگے اور سارا مجمع رو پڑا۔
جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص اٹھ، تو نے تو آسمان و زمین
فرشتوں کو بھی رلا دیا۔ جا، اللہ نے تیری توبہ قبول فرمالی، پھر ایسا گناہ کبھی نہ کرنا۔
سوال یہ ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اس سزائے شرعی کو معاف کیسے
سنو! وہ امام جو اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے، اگر اس کو شرعی سزا دینے کا
ہے تو اسے معاف کر دینے کا بھی حق ہے۔ کیا تم نے حضرت سلیمان پیغمبرِ خدا کا یہ قول نہیں سنا

هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ • (سورہ ص آیت)

ترجمہ: (یہ ہماری بے حساب عطا تھی۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے)
جب یحییٰ بن اکثم نے ان جوابات کو پڑھا تو متوکل سے بولا: میں چاہتا ہوں کہ
ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے، اس لیے کہ اب جو مسئلہ ہوگا وہ ان مسائل سے آسان ہی
اور ان کے علم کے اظہار سے رافضیوں کو تقویت ہوگی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۴۰۵ تا ص ۴۰۴)

(۴۵) سزا کے خوف سے اسلام لانا؟

جعفر بن رزق اللہ کا بیان ہے کہ
متوکل کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے ایک زنِ مسلمہ سے زنا کیا تھا۔ متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔
اس نصرانی نے کہا، میں اسلام لے آیا۔
یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دیا کہ ایمان گذشتہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے (لہٰذا اب کوئی حد نہیں کی جا سکتی):
بعض فقہاء نے کہا، اس پر تینوں قسم کی حد جاری ہونی چاہیے۔
متوکل نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام سے یہ مسئلہ لکھ کر دریافت کیا۔
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسے اتنا مارو کہ مر جائے۔
جب یہ جواب دیگر فقہاء نے سنا تو انھوں نے اعتراض کیا۔
متوکل نے آپؑ کے پاس لکھ کر اس کی وجہ اور تفصیل دریافت کی۔
آپؑ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ •

ترجمہ: پس جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے حالانکہ اور جن کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے، اب ہم ان سے انکار کرتے ہیں۔) (سورۂ مومن آیت ۸۴)
یہ جواب پاکر متوکل نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔
اس کو اتنا مارا کہ مر گیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۴۰۶-۴۰۵)

(۴۶) معرفتِ الٰہی، معرفتِ رسولؐ اور معرفتِ ائمہؑ پر ایک تفصیلی گفتگو

کتاب الدلائل میں ایوب سے روایت ہے
اس کا بیان ہے کہ فتح بن یزید جرجانی نے مجھے بتایا کہ میں مکہ سے خراسان جا رہا تھا اور آپؑ عراق تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے ملاقات ہوگئی۔
آپؑ نے (امام علی النقی علیہ السلام نے) فرمایا: "جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔"
راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے آپؑ کے پاس پہونچنے کی کوشش کی، اور جب آپؑ کی خدمت میں پہونچ گیا تو سلام بجا لایا۔
آپؑ نے جواب سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔
پھر آپؑ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے، خود ہی ارشاد فرمایا: اے فتح! سنو، "جو شخص اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ جو اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے یقین کر دو کہ اللہ اسے مخلوق کی ناراضگی کے حوالے کر دیتا ہے۔ خالق کی صرف وہی تعریف کی جا سکتی ہے جو تعریف خود اس نے اپنی ذات کے متعلق بتائی ہے۔ مگر حواس اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اوہام اس تک پہونچ نہیں سکتے، ممکن نہیں کہ خیال اس کا احاطہ کر سکے اور آنکھیں اس کی حدود معلوم کر سکیں، تعریف کرنے والے جو اس کی تعریف کرتے ہیں، وہ اس سے کہیں بالا ہے، توصیف کرنے والے جو اس کی توصیف کرتے ہیں وہ اس سے بلندترین ہے، وہ دور ہونے کے باوجود قریب ہے، اور قریب ہونے کے باوجود دور ہے، وہ کیف الکیف ہے، اس کے لیے کَیْفَ (کیسا) نہیں کہا جا سکتا، وہ اَینَ الْاَین ہے اس کے لیے اَیْنَ (کہاں) نہیں کہا جا سکتا۔ وہ واحد ہے صمد ہے، نہ اس کا کوئی والد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، اور اس کا کوئی ہمسر و کفو نہیں ہے کتنی جلیل ہے اس کی ذاتِ گرامی۔
(اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کُنہِ حقیقت کیسے بیان

ہوسکتی ہے جبکہ اُس ربِّ جلیل نے آپؐ کو اپنے اسم کا قرین (ساتھی) بنایا، اور اپنی عطا میں آپؐ کو
کیا، جو شخص آپؐ کی اطاعت کرے گا، اُس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور عنایت فرمائے گا
اُس نے اپنی عطا میں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: وَمَا نَقَمُوٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (سورۂ برأت آیت ۷۴)

ترجمہ: (اور انھوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انھیں غن
اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنم
طبقات میں عذاب پائیں گے۔ "یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۔
(سورۂ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش، ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔)

پھر اُن لوگوں کی بھی کُنہ (حقیقت) کیسے بیان ہوسکتی ہے جن کی اطاعت
رسولؐ کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:
" اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ
(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) اُن کی جو
صاحب الامر ہیں)

نیز فرمایا: " وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْ
مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (سورہ النسا

ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسولؐ کے اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کے سامنے پیش کر
اُن میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔)

پھر فرمایا: " اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰ
(سورہ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے مالکوں کی طرف لوٹا
نیز فرمایا: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَ
(سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)

اے فتح! جس طرح ربِّ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول

اولادِ بتول (جناب فاطمہ کی اولاد کا) کا، اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہوسکتا
جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبیؐ افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیلوں سے
افضل ہیں اور ہم میں سے جو وصی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرّم ہے۔ اُن دونوں شہزادوں
کے اسماء افضلِ اسماء، اور ان کی کُنیت تمام کُنیتوں سے افضل و بہترین ہے۔

سنو! اگر ہم یہ طے کرلیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے
کرلیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر
بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع، سب
سے زیادہ حلیم، سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا
ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم
پر رحم کرے، اگر تم چاہوگے تو اللہ اُن کی موت کی طرح تمھیں موت دے گا، اور اُن کی زندگی کی طرح
تمھیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپؑ
کے پاس تک پہونچنے کی کوشش کی، پہونچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام دیا۔
میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے
دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپؑ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہرصورت مجھے
اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمھارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا
کر سُننا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سُنتے سُنتے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں
بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم رُشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، اُن دونوں کو نصیحت پر
مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمھارے دل میں گردش کررہی ہے اسے عالِم (اہلبیت) چاہے تو
بتادے، اِس لیے کہ جو علم رسول اللہؐ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اِس لیے کہ اللہ
اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کرلیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ رسولؐ
کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور ہر وہ چیز جس کا علم رسولؐ کو ہے، رسولؐ کے اوصیاء
کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین حجّتِ خدا سے خالی نہ رہے اور اُس کا علم اُس کے قول کی تصدیق اور
جوازِ عدالت پر دلیل ہے۔

اے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمھیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

اور جو راز میں نے تمھارے سپرد کیا ہے یا جو باتیں میں نے تمھیں بتائی ہیں اس کے اندر تم کو شک او
وہم ہو گیا ہو اور تم نے کہا ہو کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر یہی رب ہیں۔
خدا کی پناہ (ایسا نہ سمجھنا) کیونکہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق ہیں، ان کا بھی رب اللہ
ہے، یہ لوگ بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مال رکھتے ہیں، رغبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر شیطان تمھ
پاس بہکانے کے لیے آئے تو میں نے جو باتیں بتائی ہیں اُن سے اُس کا قلع قمع کر دینا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، آپ نے میری مشکل
فرمادی اور شیطان نے جو وسوسہ پیدا کر دیا تھا، آپ نے اس کی وضاحت فرمادی اور
میرے دل میں کوئی وسوسہ نہیں رہا۔ واقعاً میرے دل میں یہی خیال آیا تھا کہ آپ لوگ رب ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام سجدے میں
اور یہ کہتے رہے۔ "اے میرے خالق! میں تیری بارگاہ میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی ناک ز
پر رکھے ہوئے ہوں۔"

آپ یونہی مسلسل سجدے میں رہے یہاں تک کہ رات گزر گئی۔

پھر آپ نے فرمایا، اے فتح! تم بھی ہلاکت میں پڑنے والے ہی تھے۔ مگر سنو! جو لو
حضرت عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہوئے اس سے حضرت عیسیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہونچا۔ اچھا، اللہ تم
رحم فرمائے اب اگر تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔

پھر میں وہاں سے نکلا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اللہ نے ہمارے سارے د
دور کر دیے اور واقعاً یہ لوگ وہی ہیں جو آپ نے بتایا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب اس کے بعد جب دوسری منزل آئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھ
آپ تکیے کے سہارے بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے کچھ بھنے ہوئے گیہوں رکھے ہیں جنھیں تناول فرما رہے ہیں
میرے دل میں شیطان نے پھر وسوسہ پیدا کیا کہ ان لوگوں کو کھانا پینا مناسب نہیں، اس
کہ یہ نقص کی دلیل ہے اور امام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا، بیٹھو! اے فتح، سنو! ہم لوگ بھی رسولوں کی سیرت پر عمل کر
ہیں، وہ لوگ بھی کھاتے، پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر جسم کو غذا کی ضرورت ہے
اُس خالق و رازق کے، اس لیے کہ وہ جسم نہیں رکھتا، نہ اس میں اجزا کی شمولیت ہے اور نہ اس
زیادتی و کمی کا تصور ہے۔ وہ اپنی ذات میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہے۔ اس کی ذات جسم سے مر
نہیں ہے، وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، نہ اس کا کوئی والد ہے، اور نہ
کا ہمسر ہے۔ وہ موجدِ اشیا ہے، جسم کو جسم سے بنانے والا ہے، وہ سننے والا ہے، جاننے وال

لطیف و خبیر ہے، رؤف و رحیم ہے، وہ پاک اور برتر ہے، اُن تمام باتوں سے جو اس کے متعلق ظالم لوگ کہتے ہیں، وہ بہت زیادہ پاک اور برتر ہے۔

اگر وہ ایسا ہی ہوتا جیسا یہ ظالم لوگ اس کا وصف بیان کرتے ہیں تو پھر رب اور مربوب میں، خالق اور مخلوق میں، موجد اور اس کی ایجاد کردہ چیز میں فرق ہی کیا رہ جاتا لیکن اس نے اپنے اور اپنے بنائے ہوئے اجسام میں دیگر اشیاء کے درمیان فرق رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ اُن چیزوں سے مشابہ ہے جو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی چیز اُس سے مشابہ ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۴۹ تا ۲۵۱)

(۴۷) — یزداد طبیب

محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن اسمٰعیل بن احمد قہقلی کاتب سر من رائے نے ۳۳۸ھ میں بتایا کہ اس کے باپ نے یہ واقعہ اس سے بیان کیا تھا جبکہ وہ سر من رائے میں تھا اور درب الحصا میں کہیں جا رہا تھا کہ بختیشوع کا شاگرد یزداد طبیب نصرانی موسیٰ بن بغا کے گھر سے واپس آتا ہوا نظر آیا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اسی دوران میں گفتگو بھی ہوتی رہی۔

اُس نے کہا، تم اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس کا مالک کون ہے؟

میں نے پوچھا، کون ہے اس کا مالک؟

اُس نے کہا، اگر مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے تو وہ یہ ہیں۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟

اُس نے کہا، ایک ایسی تعجب خیز بات تمھیں بتاتا ہوں جسے تم نے یا کسی اور نے کبھی نہ سُنا ہوگا، مگر اس کا اقرار کرو کہ تم کسی سے نہ کہو گے، اس لیے کہ میرا پیشہ طبابت ہے سلطان کا علاج کرتا ہوں، میں نے سُنا ہے خلیفہ نے ان کو حجاز سے یہاں بُلا لیا ہے، اُس کو ڈر ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے تو خلافت خاندانِ بنی عباس سے چلی جائے گی۔

میں نے کہا، اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گا، بتاؤ کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، سنو! میں چند دن ہوئے ان سے ملا تھا۔ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار اور سیاہ لباس پہنے ہوئے، خود اُن کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا میں اُن کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ طا میں کہا مسیح کی قسم میرے منھ سے کسی کے لیے کوئی بات نہیں نکلی، مگر ان کا لباس بھی سیاہ گھوڑا بھی سیاہ اور رنگ بھی سیاہ۔ یعنی سیاہی در سیاہی در سیاہی۔

جب آپ گھوڑا بڑھاتے ہوئے میرے پاس پہونچے تو تیز نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے تو اپنی آنکھوں سے سیاہی در سیاہی در سیاہی دیکھ رہا ہے۔

میرے والد نے کہا، خیر، یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا، مگر، یہ بتاؤ کہ پھر تم نے کیا کیا اور کیا کہا؟

وہ بولا، میں نے بہت سوچا، لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بالآخر کہا، آپؑ کا دل سفید ہے آپ نے فرمایا، واللہ اعلم۔

میرے والد کا بیان ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور کہا سنو! میرا قلب پہلے سیاہ تھا، اب سفید ہو گیا ہے "میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اُس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علیؑ ابن محمدؑ تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں، یہ ناموس اعظم ہیں۔

اس کے بعد یزداد اسی بیماری میں مر گیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

• زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ انکا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو رات کے وقت طبیب آیا اور ایک دوا تجویز کی کہ میں اُسے صبح کے وقت استعمال کروں لیکن وہ دوا شب کے وقت مجھے حاصل نہ ہو سکی اور طبیب چلا گیا۔ اتنے میں حضرت امام علی النقیؑ کے ایک صحابی آئے اُن کے ہاتھ میں ایک پڑیا تھی جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔

اُنھوں نے کہا کہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دوا استعمال کرو۔

میں نے استعمال کیا اور اچھا ہو گیا۔ (ارشاد ص۳۱۲ مناقب جلد۴ ص۴۰۹)

بحار الانوار

باب ۴

خلفائے وقت

(۱) خلفائے وقت

آپؑ کے زمانۂ امامت میں معتصم کی حکومت کا بقیہ حصہ پھر واثق، متوکل، منتصر، مستعین و معتز کی حکومتیں رہیں۔ معتمد کے آخری دور میں آپؑ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

روایت کی گئی ہے کہ متوکل ۴ شوال ۲۴۷ھ میں قتل کیا گیا اور یہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کا ستائیسواں سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت کی گئی۔ مگر وہ سات ماہ حکومت کر کے مر گیا۔ پھر احمد المستعین بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ اس کی حکومت چار سال رہی۔ اس کے بعد وہ خلافت سے نااہل قرار دے کر معزول کر دیا گیا اور المعتز بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام زبیر تھا۔ اس کی بیعت ۲۵۲ھ میں کی گئی اور یہ حضرت امام ابوالحسن، علی النقی علیہ السلام کی امامت کا بتیسواں سال تھا۔ ۲۵۴ھ میں آپؑ نے اپنے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور ان کو نور و حکمت، مواریثِ انبیاء، اور بزرگوں کے اسلحے سپرد کیے۔ ان کی امامت پر نص فرمایا، اور اپنے ثقہ اصحاب کے سامنے ان کو اپنا وصی بنایا، پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپؑ کا سن چالیس سال کا تھا۔ آپ سرمن رائے میں دفن کیے گئے۔ (عیون المعجزات)

(۲) متوکل کا ارادۂ قتل

ابوسعید سہل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں سامرہ میں ابوالعباس فضل بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں تھا، وہاں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا ذکر چھڑا تو اس نے کہا: اے ابوسعید! میں تم سے ایک واقعہ بیان کروں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ معتز کے ساتھ تھے، میرے والد اس کے کاتب تھے، ایک مرتبہ ہم لوگ ان کے گھر گئے، دیکھا کہ متوکل اپنے تخت پر بیٹھا ہے، معتز نے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا۔

میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جب معتز جاتا تو متوکل اس کو مرحبا کہتا اور بیٹھنے کے لیے کہتا، مگر اس بار اس نے کچھ نہ کہا، معتز کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی، وہ ایک پاؤں اٹھاتا تو دوسرا رکھتا، مگر متوکل نے بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ متوکل کا چہرہ ہر لمحہ بدلتا جاتا ہے۔

وہ فتح بن خاقان کی طرف رخ کر کے کہتا ہے، تم اسی شخص کے متعلق طرح طرح کی صفائی پیش کرتے ہو۔؟

فتح اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے 'یا امیر المومنین! ان پر جھوٹ الزامات لگائے گئے ہیں۔

یہ سن کر وہ اور جل اٹھتا اور کہتا ہے، واللہ میں اس ریاکار زندیق کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ غلط دعویٰ کر کے میری سلطنت میں رخنے ڈالتا ہے۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ چار خزری سپاہیوں کو بلاؤ۔

جب وہ آ گئے تو ان کو چار تلواریں دیں اور کہا، تم لوگ اپنی زبان میں باتیں کرنا اور جب ابوالحسن آئیں تو اپنی تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔!

اس نے یہ بھی کہا کہ میں قتل کے بعد ان کی لاش کو نذرِ آتش بھی کر دوں گا۔

اس وقت میں پردے کے پاس معتز کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ یکایک حضرت ابوالحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور لوگ دوڑتے ہوئے آئے کہ وہ آ گئے۔ میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپؑ کے دونوں لب حرکت میں ہیں۔ ان پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں ہے۔

متوکل نے جب آپؑ کو دیکھا تو فوراً تخت سے کود پڑا اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ اے ہمارے سیّد! اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے اس وقت آنے کی کیسے زحمت کی۔؟

آپؑ نے فرمایا، آپ کا آدمی پہونچا تھا۔ اس نے کہا تھا متوکل آپؑ کو بلاتے ہیں۔

متوکل نے کہا، وہ حرامزادہ جھوٹا ہے یا سیّدی! آپؑ کو زحمت ہوئی، تشریف لے جائیں۔ اے فتح، اے عبیداللہ، اے معتز! اپنے اور میرے سیّد کو گھر تک پہونچا کر آؤ۔

ادھر جب خزری سپاہیوں نے آپؑ کو دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں گر گئے تھے۔

آپؑ جا چکے تو متوکل نے ان سپاہیوں کو بلایا ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔؟

انھوں نے جواب دیا کہ اُن کی اتنی شدید و عظیم ہیبت تھی کہ جو سو تلواروں میں بھی نہ ہوگی، ہم خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور اسی ہیبت کی وجہ سے ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ اُن کی ہیبت ہمارے دلوں پر چھا گئی۔

متوکل نے کہا، اے فتح! یہ ہیں تمھارے امام۔

یہ کہہ کر متوکل فتح کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور فتح متوکل کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور بولا:

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے اُن کے چہرے کو روشن اور پُر ہیبت بنا کر لوگوں کے دلوں پر ان کا سکہ بٹھا دیا اور اُن کو اپنی حجت ظاہر کر دیا۔

(مختار الخرائج والجرائح ص ۲۱۲، ۲۱۳)

③ — ارادۂ گرفتاری

ایک بطحائی نے متوکل کے پاس حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی چغلی لگائی کہ اُنھوں نے بہت سے اسلحے اور اموال جمع کر رکھے ہیں

متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا، رات کے وقت ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنے اسلحے اور اموال ہوں وہ سب لیکر آؤ۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ سعید حاجب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شب کے وقت حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے گھر پہونچا، میرے ساتھ سیڑھی تھی جس کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور شب کے اندھیرے میں اندر اترا، مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گھر کے اندر کیونکر جاؤں۔

اتنے میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے گھر میں سے آواز دی، اے سعید! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں شمع لا رہا ہوں۔

فوراً آپؑ شمع لیکر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کے جسمِ مبارک پر ایک صوف کا جُبہ ہے، صوف کی ٹوپی ہے، ایک چٹائی پر مصلّٰی ہے آپؑ قبلہ رُو ہیں۔

مجھ سے کہا یہ سارا گھر تمھارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔

میں نے اندر جا کر ہر حجرے کی تفتیش کی مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ ہاں ایک بدرہ تھا جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیسہ بھی تھا اس پر بھی مہر تھی۔

پھر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، یہ مصلّٰی بھی سامنے ہے اسے بھی دیکھ لو۔

میں نے مصلّٰی اُلٹ کر دیکھا، ایک تلوار نیام میں رکھی ہوئی ملی۔ میں یہ تمام چیزیں لیکر متوکل کے پاس آیا۔

جب اس نے بدرہ (تھیلی) پر اپنی ماں کی مُہر دیکھی تو ماں کو بُلایا اور پوچھا: یہ بدرہ آپ نے امام ابوالحسنؑ کے پاس بھیجا تھا؟

اُس کی ماں نے کہا، ہاں جب تم بیمار تھے تو میں نے نذر کی تھی کہ اگر تم اچھے ہو گئے تو میں حضرت امام ابوالحسنؑ کو دس ہزار دینار دوں گی۔

اُس نے دوسرا کیسہ کھولا، تو اس میں چار سو دینار تھے۔

متوکل نے حکم دیا کہ اس بدرہ کے ساتھ ایک دوسرا بدرہ اور شامل کیا جائے، یہ بدرہ، کیسہ اور تلوار سب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو لیجا کر واپس کر دی جائیں۔

میں نے یہ سب اُٹھا کر آپؑ کی خدمت میں پیش کیے اور اظہارِ ندامت کیا، اور عرض کیا، یا سیدی! مجھے آپ کے گھر میں بغیر آپؑ کی اجازت کے داخل ہونا پسند نہ تھا، مگر کیا کرتا مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ٥

(سورہ شعراء آیت آخری)

- دعوات راوندی میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

④ — آپؑ کی اسیری اور پھر ارادۂ قتل

ابو سلیمان نے ابن اورمہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ دورِ متوکل میں سر من رائے گیا اور سعید حاجب کے پاس پہونچا۔ متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا

اُس نے کہا، کیا تم اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو۔؟

میں نے کہا، پاک ہے وہ اللہ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

اُس نے کہا، مگر اسی کو تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ تمھارا امام ہے۔

میں نے کہا، یہ کتنی بُری بات تم نے کہی۔

اُس نے کہا، مگر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ہے اور کل ہی ایسا کرنے والا ہوں اس وقت اُس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے۔ جب وہ نکل آئے تو تم چلے جانا۔

جب قاصد نکل آیا تو مجھ سے کہا، اب تم اندر جاؤ۔

میں اُس گھر کے اندر داخل ہوا جس میں آپؑ قید تھے۔ دیکھا کہ آپؑ کے پہلو میں قبر کھُدی ہوئی ہے۔ میں نے قریب پہونچ کر آپؑ کو سلام کیا اور زار و قطار رونے لگا۔

آپؑ نے پوچھا، کیوں روتے ہو ؟

میں نے عرض کیا، جو کچھ دیکھ رہا ہوں اُس پر روتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا، اِس کے لیے نہ روؤ، یہ لوگ اِس وقت ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔

یہ سن کر مجھے سکون ہوا۔

آپؑ نے فرمایا، دو دن بھی نہ گذریں گے کہ اللہ اِس کا اور اس کے ساتھی کا خون بہا

گا جس کو تم باہر دیکھ آئے ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ بخدا، واقعاً دو دن بھی نہیں گذرے کہ وہ قتل کردیا گیا۔

(الخرائج و الجرائح ص ۲۱۲)

• مسعودی نے اپنی کتاب "مروج الذہب" میں تحریر کیا ہے کہ متوکل کے پاس کس

نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کی چغلی لگائی، کہ آپؑ کے گھر میں خطوط اور اسلحے ہیں جو قم کے شیعو

ں نے آپؑ کے پاس بھیجے ہیں اور اُن کا ارادہ ہے کہ حکومت پر قبضہ کریں۔

یہ سن کر متوکل نے ترکوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپؑ کے گھر پر رات کو

کردیا، مگر انھیں آپؑ کے گھر میں کچھ نہ ملا۔ انھوں نے دیکھا کہ آپؑ ایک بند حجرے میں صوف کی بنڈی پہنے ہو

ریت اور سنگریزوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ سے لَو لگائے ہوئے تلاوتِ کلامِ پاک کر رہے

وہ لوگ اسی حال میں پکڑ کر آپؑ کو متوکل کے پاس لیگئے اور کہا ہمیں اُن کے گھر میں سے تو کوئی چیز

ملی بس یہ دیکھا، یہ قبلہ رُو بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور متوکل اس وقت شراب

محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ آپؑ جب اس کے سامنے

تو آپ کو دیکھتے ہی اس پر ہیبت سی طاری ہوگئی اُس نے آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنے ہا

کا پیالہ آپؑ کی طرف بڑھایا۔

آپؑ نے فرمایا، میرا گوشت اور خون کبھی شراب سے آلودہ نہیں ہوا، مجھے معاف ک

اُس نے کہا، اچھا خیر شراب نہ پیجیے مگر کوئی شعر تو سنائیے۔

آپؑ نے فرمایا، مجھے شعر بہت کم یاد ہیں۔

اُس نے کہا، اب تو آپؑ کو سنانا پڑے گا۔

آپؑ نے فرمایا، اچھا سنو ! (اور پھر آپؑ نے یہ اشعار سنائے جن خلاصہ یہ ہے

" کچھ لوگ ایسے عالی مرتبہ تھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر شب بسر کرتے تھے مگر ان چوٹیوں

نے اُن کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اس اعزاز اور شان و شوکت کے بعد وہ ایسے گرے

کہ گوشۂ قبر میں پہونچ گئے۔ اور واقعاً ان کے لیے یہ کتنی بُری منزل ہے۔ اُن کے قبر میں

دفن ہونے کے بعد منادی نے ندا دی، بتاؤ وہ زیورات، وہ تمھارا تاج، وہ تمھارے

حُلّے کہاں ہیں؟ وہ تمھارے نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے لیے پردے پڑے

رہتے تھے ۔ ؟

قبر اُن کی طرف سے جواب دے گی کہ اب تو اُن ہی چہروں پر کیڑے رینگ

رہے ہیں۔ انھوں نے ایک طویل عرصہ تک کھایا اور پیا ہے، مگر اس کھانے اور

پینے کے عوض آج ان کو خود کھایا جارہا ہے۔"

یہ اشعار سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اتنا رویا کہ ساری داڑھی

آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ پھر اُس نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو چار ہزار

دینار دیے اور عزت و احترام کے ساتھ آپؑ کے گھر آپؑ کو رخصت کیا۔

• کراجکی نے کنز الفوائد میں تحریر کیا ہے، پھر متوکل نے اپنے ہاتھ کا پیالہ زمین پر

پٹک دیا، اور اس دن اس کی شراب نوشی کا مزا کرکرا ہوگیا۔ (کنز الفوائد کراجکی)

(تذکرہ سبطِ ابن جوزی ص ۲۰۳)

⑤ ــــ مدینہ سے روانگی

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ

متوکل کو حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے متعلق کچھ غلط اطلاعات پہونچیں، تو اُس نے مجھے آپؑ

کو لانے کے لیے مدینہ بھیجا۔ جب میں (مع اپنی فوج کے) وہاں پہونچا تو اہلِ مدینہ زار و قطار رونے اور

چیخنے چلانے لگے، اتنا رونا اور چیخنا تو میں نے زندگی میں کبھی نہ سُنا تھا۔ میں نے ان کو تسکین دی

اور حلف سے کہا کہ مجھے ان کو کوئی گزند پہونچانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

میں نے وہاں پہونچ کر آپؑ کے گھر کی خانہ تلاشی لی، مگر چند مصحف اور دعاؤں کی کتابوں

یا اسی طرح کی دو ایک چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ میں ان کو مدینہ سے لیکر چلا، ان کی خدمت کرتا

رہا۔ اور آپ کا میرا ساتھ اچھا گذرتا رہا۔

جب میں مدینۃ السلام پہونچا تو اسحاق بن ابراہیم طاہری کا سامنا ہوا وہ بغداد کا حاکم تھا

اس نے کہا، اے یحییٰ ! یہ شخص اولادِ رسولؐ میں سے ہے اور تمھیں معلوم ہی ہے کہ متوکل

کون ہے، اگر تم نے اس کو ذرا اُبھارا، تو وہ انھیں قتل کردے گا اور قیامت کے دن حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے خلاف مدعی ہوں گے۔

میں نے کہا، خدا کی قسم، میں نے ان میں نیکی کے علاوہ اور کوئی برائی نہیں دیکھی۔

چنانچہ میں آپؑ کو لیے ہوئے سامرہ پہونچا۔ وہاں وصیف ترکی سے ملاقات ہوئی

اُس نے مجھ سے کہا سنو! اگر اس شخص کے سر کا ایک بال بھی ٹوٹا تو یاد رکھنا کہ اس کا
انتقام میرے سوا کوئی اور نہ لے گا۔

مجھے ان دونوں کی باتوں پر بڑا تعجب ہوا میں نے متوکل سے، جو خوبیاں آپؑ میں
خود دیکھیں یا لوگوں سے سُنی تھیں، وہ سب بیان کیں۔ اس نے امام علی النقی علیہ السلام کو بہت سا انعام
جائزہ دیا اور بہت حسنِ سلوک اور اکرام سے پیش آیا۔

محمد بن فرج نے ابی دعامہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت علی ابن محمد
علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپؑ کی عیادت کو گیا۔ مزاج پرسی کے بعد واپسی کا ارادہ کیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے ابودعامہ! مجھ پر تمھارا حق ہے، میں ایک حدیث بیان کروں جسے
سُن کر تم خوش ہو جاؤ؟

میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! اس سے بہتر کیا بات ہوگی، ضرور بیان فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا، مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار محمد بن علیؑ نے، انھوں نے کہا مجھ سے
بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار علیؑ بن موسیٰ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار موسیٰ
بن جعفرؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار جعفرؑ بن محمدؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے
بیان کیا میرے پدرِ محمدؑ بن علیؑ نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار علی ابن الحسین
نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدرِ بزرگوار حسین ابنِ علی نے، اُن کا بیان ہے کہ مجھ
سے بیان کیا میرے پدرِ عالی قدر حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے، انھوں نے فرمایا کہ جنابِ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! لکھو!

میں نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "ایمان وہ ہے جو دل
میں رہتا ہے اور اعمال سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہوتا
اور اس کی وجہ سے مناکحت جائز ہوتی ہے۔"

ابودعامہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! میں نہیں بتا سکتا کہ ان
دونوں میں کون بہتر ہے، یہ حدیث یا اس حدیث کے اسناد؟

فرمایا، یہ حضرت علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام کے ہاتھ کی تحریر ہے جسے جنابِ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے گئے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام لکھتے گئے ہیں۔ یہ تحریر ہم لوگوں کو بڑوں سے
چھوٹوں کو وراثت میں ملتی چلی آئی ہے۔

• روایتِ دیگر: روایت کی گئی ہے کہ بریحہ عباسی نے متوکل کو خط لکھا، اگر تجھے مکہ اور مدینہ

کی ضرورت ہے تو علی بن محمدؑ کو یہاں سے نکال، وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں اور بہت
سے لوگ آپؑ کے پیرو بن گئے ہیں اور اسی مضمون کا ایک خط متوکل کی زوجہ نے بھی تحریر کیا تو متوکل نے
یحییٰ بن ہرثمہ کو روانہ کیا اور ایک بہت اچھا خط حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو تحریر کیا جس میں
لکھا کہ مجھے آپ سے ملنے کا بیحد اشتیاق ہے۔ آپؑ سے درخواست ہے کہ آپؑ ضرور تشریف لائیں اور
پھر یحییٰ کو حکم دیا کہ تم ان کو لینے کے لیے جاؤ اور ایک خط بریحہ کو بھی تحریر کیا۔

یحییٰ مدینہ پہونچا اور بریحہ سے ملا، اسے متوکل کا خط دیا۔ پھر دونوں حضرت ابوالحسن علیہ السلام
کے پاس گئے، متوکل کا خط پہونچایا۔ آپؑ نے تین دن کی مہلت مانگی۔ یہ لوگ تیسرے دن بعد پہونچے تو دیکھا
کہ سواریوں پر زین وغیرہ کسی ہوئی ہیں، سامان بندھے ہوئے ہیں، ہر کام سے فراغت کے بعد امام علیہ السلام
نکلے اور عراق کا رُخ کیا۔ آپؑ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

• حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا مدینہ سے سر من رائے جانے کا سبب یہ ہوا کہ عبداللہ بن محمد
جو مدینۂ منورہ میں اُمورِ جنگ اور نماز کا والی بنایا گیا تھا اُس نے متوکل سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی چغلی
لگائی۔ اُس کا مقصد آپؑ کو محض ستانا تھا۔

یہ خبر جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو ملی تو آپؑ نے متوکل کو ایک خط لکھا کہ عبداللہ بن محمد
مجھ پر بہت زیادتی کر رہا ہے اور جو شکایات اُس نے میرے متعلق آپ سے کی ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہیں
متوکل نے بجائے اس کے کہ آپؑ کے خط کا کوئی اثر لیتا اور اس کا تدارک کرتا، حکم دیا کہ
بہتر یہ ہے کہ آپؑ سر من رائے تشریف لائیں۔

چنانچہ اس نے آپؑ کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اما بعد: امیر المومنین آپؑ کی قدر و منزلت کو خوب جانتے ہیں۔ ان کو قرابت کا پورا
پورا لحاظ ہے۔ آپؑ کے اور آپؑ کے اہلبیت کی ہر خدمت پر تیار ہیں، تاکہ آپ لوگوں کے حالات اللہ
بہتر کر دے اور آپ لوگوں کی عزت اور آپؑ کا وقار باقی رہے۔ آپؑ اور آپؑ کے اہلبیت امن و سکون
سے رہیں۔ وہ صرف رضائے الٰہی کے لیے چاہتے ہیں کہ آپؑ لوگوں کے متعلق اس کا جو فریضہ ہے اسے ادا کرے۔
امیر المومنین کا خیال ہے کہ جو حرکتیں اس نے کی ہیں وہ محض اس لیے کہ وہ آپؑ کے حق
سے ناواقف اور آپؑ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا تھا اور جو اتہام اُس نے لگایا ہے اور جن باتوں
کو اُس نے آپؑ کی طرف منسوب کیا ہے امیر المومنین جانتے ہیں کہ آپؑ اس سے بالکل بری اور لاتعلق
ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپؑ کی نیت صاف ہے۔ آپؑ نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہرگز ہرگز آپؑ کا
نفس ان اتہامات میں آلودہ نہیں ہے۔

میں نے آپؑ کو سلام کیا،
آپؑ نے جوابِ سلام دیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔
میں بیٹھ گیا۔
پھر آپؑ نے فرمایا، اے صقر! فکر نہ کرو، اس وقت یہ لوگ مجھ کو کوئی گزند نہ پہونچا سکیں گے۔

میں نے کہا، الحمد للہ، پھر عرض کیا، اے میرے سید و سردار! ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جس کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔

آپؑ نے فرمایا، وہ کون سی حدیث ہے؟
میں نے عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
" ایام سے دشمنی نہ کرو، ورنہ وہ بھی تم سے دشمنی کریں گے "
اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، ہاں، ایام سے مراد ہم لوگ ہیں۔ جب سے یہ زمین و آسمان بنائے گئے ہیں۔ السبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی ہے اور احد سے کنایہ ہے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف، اثنین، سے مراد حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ الثلثا سے مراد علیؑ ابن الحسین، و محمدؑ بن علیؑ، و جعفرؑ بن محمدؑ ہیں۔ الاربعا، سے مراد، موسیٰ بن جعفر و علی بن موسیٰ، و محمد بن علیؑ اور میں ہوں۔ اور خمیس سے مراد، میرا فرزند حسنؑ بن علی النقی ہے اور جمعہ سے مراد میرے فرزند کا فرزند ہے جس کا گروہ اسی کے پاس جمع ہوگا اور وہی زمین کو عدل و داد سے اس طرح بھرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

یہ ہے مفہوم ایام کا، ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو، ورنہ یہ آخرت میں تمھارے دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا، اچھا خدا حافظ، جاؤ۔ میں تمھیں خطرے سے محفوظ نہیں سمجھتا۔
(معانی الاخبار ص۱۲۳ / اعلام الوریٰ طبرسی ص۴۱۱)

• ہمدانی نے بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ (کمال الدین جلد ۲ ص۵۰)

(۶) ـــ بنی ہاشم کا پا پیادہ جلوس

روایت میں ہے کہ جس سال متوکل قتل ہوا، عید الفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ سارے بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں

اس کا مقصد صرف حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو اپنی سواری کے آگے پاپیادہ چلانا تھا۔

چنانچہ بیچارے سارے بنی ہاشم اور ان ہی کے ساتھ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے ایک غلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چلے تو دشمنوں میں سے چند لوگ آپؑ کے سامنے آتے اور عرض کیا:

یا سیدنا! کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی دعا اللہ قبول فرمائے اور ہم لوگوں کو اس ظالم سے نجات دلائے؟

آپؑ نے فرمایا، اس دنیا میں ایک شخص ہے جس کا کٹا ہوا ناخن اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح (قوم ثمود) سے کہیں زیادہ مکرّم ہے۔ جب ناقہ کو پے کیا گیا اور اس کے بچّے نے اللہ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

" تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝ (سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ (عذاب) ایسا ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔)

اس کے بعد متوکل تیسرے ہی دن قتل ہو گیا۔

(۷) ـــ متوکل کے قتل کی پیشگوئی

حسین بن محمد کا بیان ہے کہ جب متوکل نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر کے علی بن کرکر کے حوالے کر دیا۔ تو آپؑ نے فرمایا:

" میں اللہ کے نزدیک ناقۂ صالح سے زیادہ مکرّم ہوں۔ سنو! تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور عیش کر لو، یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔" (ترجمہ سورۂ ہود آیت ۶۵)

دوسرے دن متوکل نے آپؑ کو رہا کر دیا اور معذرت خواہ ہوا، تیسرے دن باغز و تامش و معلون نے متوکل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے منتصر کو تختِ خلافت پر بیٹھا دیا۔

ابوسالم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے فتح کو حکم دیا کہ ابوالحسن علیہ السلام کو قید کر لو۔

اس کا ذکر اس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کیا۔
آپ نے فرمایا تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ

بنابریں، اب امیر المومنین نے محمد بن فضل کو وہاں کا والی بنادیا ہے اور آ[پ کا]
حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا اکرام و احترام کرے، اس طرح اس کو اللہ اور امیر المومنین دونوں کا تقرب
حاصل ہوگا، مگر امیر المومنین کو آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے، چاہتے ہیں کہ آپ سے عہد تازہ
کریں اور آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کریں۔

اگر آپ امیر المومنین سے ملاقات اور ان کے پاس قیام کے لیے آمادہ ہیں تو اپنے
اہل و عیال، اپنے موالی و ملازمین کے ساتھ جب چاہیں پورے اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں
راہ میں جب چاہیں منزل کریں اور جب چاہیں کوچ کریں، جو آسانی آپ چاہیں، وہ سب آپ کو
میسر ہوں گی۔ اگر آپ چاہیں تو یحییٰ بن ہرثمہ امیر المومنین کا غلام مع فوج آپ کے ساتھ ساتھ
چلے گا جس راستے سے آپ آئیں گے اسی راستے سے وہ بھی آئے گا۔ اس سلسلے میں سارا اختیار
آپ کو ہوگا۔ میں نے اس سے کہدیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کرے

(کاتب ابراہیم بن عباس   مورخہ جمادی الاخری ۲۴۳ھ)

جب یہ خط حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو موصول ہوا تو آپ نے سامان [سفر]
درست کیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

قطع منازل کرتے ہوئے سر من رائے پہونچے تو متوکل کا حکم ہوا کہ آج داخلے کی ا[جازت]
نہیں۔ لہٰذا آپ نے خان صعالیک (فقیروں کی سرائے) میں قیام کیا۔

متوکل کا حکم ہوا کہ ایک مکان خالی کردیا جائے۔

مکان خالی ہوا تو آپ اس میں منتقل ہوگئے۔ (اعلام الوریٰ صفحہ ۳۴۸-۴۷)

• صالح بن سعید سے روایت ہے کہ جس روز حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام
سر من رائے ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان، یہ لوگ
یہ ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ آپ کے نور کو بجھادیں اور آپ کی اہمیت کو کم کریں۔ حد ہوگئی کہ ان لوگوں نے
آپ کو خان صعالیک میں اتارا جو بدترین سرائے ہے۔

آپ نے فرمایا، اے سعید! تم اسی منزل پر ہو؟

اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، تو یک بیک میں نے خود کو
نہایت خوبصورت اور سرسبز باغات میں پایا، جس میں نہریں جاری تھیں، خوشبو میں بسی ہوئی حو[ریں]
تھیں، موتی کی طرح روشن رو (رُخ) غلام تھے۔

یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا، مجھے بڑا تعجب ہوا۔

آپ نے فرمایا اے ابوسعید! تم نے دیکھا؟ یہ ہے ہم لوگوں کا جائے قیام اور
مقام، ہم لوگ خان صعالیک میں نہیں ہیں۔

حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام جب تک سر من رائے میں رہے بظاہر بڑے ہی
احترام و اکرام کے ساتھ رہے۔ متوکل اس کوشش میں تھا کہ کوئی حیلہ اور بہانہ ملے، مگر اسے کوئی بہانہ
نہ مل سکا۔ — اس سے طویل بحثیں اور گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اگر اس سب کو تحریر کیا جائے تو کتاب
طویل ہوجائے گی۔

• صقر بن ابی دلف کرخی کا بیان ہے کہ جب متوکل نے سیدنا ابوالحسن حضرت امام
علی النقی علیہ السلام کو قید کردیا تو میں آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پہونچا۔

زرافی نے جو متوکل کا حاجب تھا ایک نظر میری طرف دیکھا اور حکم دیا۔ انھیں اندر بلالو
میں اندر گیا تو پوچھا اے صقر کیا حال ہے؟

میں نے کہا، استاد سب خیریت ہے۔

اس نے کہا، بیٹھ جاؤ۔

اب مجھے اگلی پچھلی باتیں یاد آنے لگیں۔

"میں نے کہا، اس وقت میرا آنا غلط رہا"

تھوڑی دیر میں سب لوگ چلے گئے جب تنہائی ہوئی تو بولا تمھارا کیا حال ہے کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا، خیر خبر معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔

اس نے کہا، شاید تم اپنے مولا کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، میرا مولا کون؟ میرے مولا تو امیر المومنین ہیں۔

اس نے کہا، خاموش، تمھارا مولا حق پر ہے، ہمیں نہ بہکاؤ۔ میں خود تمھارے مذہب پر ہوں

میں نے کہا، الحمد للہ

اس نے کہا، کیا تم ان کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، ہاں۔

اس نے کہا، بیٹھو ذرا، ایک فرستادہ ان کے پاس سے واپس آجائے۔

میں بیٹھ گیا۔

جب فرستادہ باہر نکل آیا تو زرافی نے غلام سے کہا، ان کو اس حجرے میں پہونچا دو
جس میں وہ علوی قید ہے اور پہونچا کر واپس چلے آؤ۔

غلام مجھے اس حجرے میں لے گیا۔ اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا تو
دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے ایک پہلو میں ایک قبر کھدی ہوئی ہے۔

یہ خبر متوکل کو ملی تو اُس نے کہا: تین دن بعد میں خود اُن کو قتل کردوں گا۔
مگر تیسرے دن متوکل اور فتح دونوں کو قتل کردیا گیا۔ (مناقب جلد ۴ ص

• اعلام الوریٰ میں حسن بن محمد بن جمہور قمی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی حسین بن محمد نے مجھے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بغا (ترک سردار) کے کو پڑھاتا تھا، اُس نے بیان کیا کہ دارالخلافہ سے واپس ہوتے ہوئے اسیر نے مجھے بتایا کہ امیر نے آج ایک شخص کو جسے لوگ ابن الرضا کہتے ہیں قید کرکے علی بن کرکر کے حوالہ کردیا۔ اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ آیت تلاوت کرتے سُنا کہ: تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ

(سورۂ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: (تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن اور رہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔)

اس کے بعد اُنھوں نے نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی بات کی، آخر اس کا

اس معلم کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ آپ کے اعزاز کو اور بڑھائے۔ یہ اُنھوں نے ڈرایا ہے۔ دیکھیے تین دن بعد کیا ہوتا ہے؟

دوسرے دن امیر المومنین نے ابن الرضا کو رہا کردیا اور معذرت خواہ ہوا۔ دن آیا تو باغر و مطعون و تامش اور ان کے ساتھ ایک گروہ نے متوکل پر حملہ کرکے اُسے قتل کیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے منتصر کو خلیفہ بنادیا۔

(۸) متوکل کے لیے بددعار

ابو روح نسائی سے روایت ہے، اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے متوکل کے لیے بددعاء فرمائی، پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے۔ پھر فرمایا: "پروردگارا! میں اور فلاں شخص تیرے بندوں میں سے دو بندے ...... آخر دعار تک۔"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس دعار کو ایک دوسرے سلسلۂ اسناد سے اور وہ یہ ہے کہ: زرافہ حاجب متوکل جو ایک مردِ شیعہ تھا، کا بیان ہے کہ متوکل کو فتح بن سے بہت اُنس تھا اُسے وہ تمام لوگوں بلکہ اپنے تمام اعزار، واقارب اور اہل وعیال سے زیادہ تقرب ہوئے تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو دکھائے کہ فتح بن خاقان کی منزلت میرے نزدیک کیا ہے۔ اس لیے اُس نے تمام اہل مملکت کے اشراف، اپنے خاندان، اپنے وزرار، اُمرار، سرداران

فوج اور تمام ذی وجوہ اشخاص کو حکم دیا کہ بہترین لباس میں پوری زیب و زینت کے ساتھ آئیں اور جلوس میں ہمارے اور فتح بن خاقان کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں، کوئی شخص سواری پر نہ ہوگا، صرف ہم اور فتح بن خاقان سواری پر ہوں گے۔ (یہ واقعہ سر من رائے کا ہے)

لوگ مجبوراً آئے اور حسب مراتب ان دونوں کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلنے لگے وہ دن سخت گرمی کا تھا، اور اشراف سادات کے گروہ میں حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمدؑ بھی تھے۔ اور گرمی و زحمت کی وجہ سے آپؑ کو سخت مشقت برداشت کرنی پڑی۔

زرافہ کا بیان ہے کہ میں آپؑ کو دیکھ کر آپؑ کی طرف بڑھا، اور عرض کیا: اے میرے سید و سردار! جو مشقت اور زحمت اس ظالم و سرکش کے ہاتھوں آپؑ کو اٹھانی پڑ رہی ہے، یہ خدا کی قسم بیحد شاق ہے۔ یہ کہہ کر میں نے آپؑ کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دیا۔

آپؑ نے فرمایا، اے زرافہ! اللہ کے نزدیک ناقہ صالح مجھ سے زیادہ مکرم اور عظیم القدر نہ تھا۔ میں مسلسل آپؑ سے مسائل دریافت کرتا اور استفادہ کرتا رہا، یہانتک کہ متوکل اپنی سواری سے اُترا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب واپس جائیں۔

میں نے سب لوگوں کی سواریاں حاضر کیں اور سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوکر اپنے گھر گئے۔ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا بغلہ بھی آپؑ کے سامنے حاضر کیا۔ آپؑ اس پر سوار ہوکر چلے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہوکر آپؑ کو گھر تک پہونچانے گیا۔

گھر پہونچ کر آپؑ سواری سے اُترے اور مجھے رخصت کیا۔ میں واپس آیا۔ میرے بیٹے کا ایک اُستاد تھا جو شیعہ اور اہلِ علم و فضل میں سے تھا۔

میری عادت تھی کہ کھانے کے وقت اُس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بُلا لیا کرتا تھا۔ وہ کھانے پر آیا تو گفتگو چھڑی، متوکل اور فتح کے جلوس کی کیفیت، اشراف اور ذی قدر لوگوں کا ان دونوں کی سواری کے آگے پاپیادہ چلنا۔ پھر میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو جس حال میں دیکھا اور جو کچھ اُن سے سُنا، وہ بھی بیان کیا کہ:

آپؑ نے فرمایا: "ناقہ صالح اللہ کے نزدیک مجھ سے عظیم القدر نہیں"

وہ اُستاد اُس وقت میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، یہ سنتے ہی اُس نے ہاتھ روک لیا، اور کہنے لگا، تمھیں خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا تم نے واقعاً اُن کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے؟

میں نے کہا، واللہ میں نے اُن کو یہی کہتے ہوئے سُنا ہے۔

اُس نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر جان لو کہ اب متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ اپنے اُمور کو دیکھ بھال لیں اور اپنے اموال و املاک کو محفوظ کرلیں۔

کہیں ایسا نہ ہو ناگہانی طور پر وہ ہلاک ہو جائے اور تمھارا سارا مال وغیرہ تباہ ہو جائے، اس حادثے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے۔

میں نے کہا، یہ سب باتیں تم کہاں سے کہہ رہے ہو ؟

اُستاد نے کہا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے قصۂ صالح میں ہے :

تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ •

(سورہ ھود آیت ۶۵)

اور یہ ممکن نہیں کہ امامؑ نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہو جائے۔

زرافہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم تیسرا دن آتے ہی منتصر نے متوکل پر حملہ کر دیا اُس کے ساتھ ترکی سردار اور غلام، متوکل و فتح بن خاقان دونوں کو ایسا قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک دوسرے کی لاش میں امتیاز نہ رہ گیا، اُس کی حکومت و سلطنت ختم ہو گئی۔ پھر میں حضرت امام ابوالحسن علیہ السّلام سے ملا، اور یہ بھی بتایا کہ اُستاد نے مجھ سے کیا کہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا، اُس نے سچ کہا تھا۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر ظلم اس حد تک بڑھ گیا تو میں نے اپنے آبا و کرام کے موروثی خزانے کو دیکھا، اس میں سے ایک دُعا نکالی جس کا نام ہے مظلوم کی بددُعا ظالم کے برخلاف۔ یہ دعا، تمام اسلحوں اور ڈھالوں وغیرہ سے کہیں زیادہ موثر زود اثر ہے۔ میں نے یہ دعا، پڑھ کر اس کے لیے بددُعا کی۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

میں نے عرض کیا، اے میرے سیّد و سردار اگر مناسب ہو تو وہ دُعا، مجھے بھی تعلیم فرما دیں۔

آپؑ نے مجھے وہ دعا تعلیم فرما دی۔ (مہج الدعوات ص۲۳۲-۲۳۰)

(۹) آپؑ کے قتل میں کون شریک تھا

کتاب اقبال الاعمال میں ماہِ رمضان کی دُعاؤں میں ہے کہ "پروردگارا ! تو اُس پر دُہرا عذاب نازل فرما، جو امامؑ کے خون بہانے میں شریک تھا۔" (اور وہ متوکل تھا)

(۱۰) صلۂ رحمی

ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ متوکل مرضِ دُنبل میں مبتلا ہوا، اور مرنے کی نوبت آ گئی۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس دُنبل پر نشتر لگائے۔ اُس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ علیہ السّلام کی خدمت میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک معتدبہ (مالِ کثیر) بطور نذرانہ پیش کروں گی۔

اور فتح بن خاقان نے کہا، آپ اس مرد (یعنی ابوالحسن علیہ السّلام) کے پاس آدمی بھیج کر کہلائیں، ممکن ہے اُن کے پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ اللہ اس سے آپ کو شفا عطا فرما دے۔

متوکل نے کہا، اچھا، آدمی بھیج دو۔

آدمی گیا اور واپس آیا۔

اُس نے کہا، آپؑ نے فرمایا ہے کُسبِ الغنم (بکری کی مینگنی) کو عرقِ گلاب میں ملا کر نیم گرم کر کے دُنبل پر رکھ دو، انشاء اللہ شفا ہو گی۔

یہ سن کر متوکل کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ہنسنے لگے۔

فتح نے کہا، اس میں حرج ہی کیا ہے، اس کا بھی تجربہ کر لیا جائے۔ بخدا مجھے تو اُمید واثق ہے کہ اس سے ضرور فائدہ ہو گا۔

الغرض کُسبِ الغنم اور عرقِ گلاب منگوایا گیا اور اسے نیم گرم کر کے دُنبل پر رکھ دیا گیا، تھوڑی ہی دیر میں دُنبل پھٹ گیا اور اندر کا سارا فاسد مادّہ (مواد) خارج ہو گیا۔

متوکل کی ماں کو متوکل کی صحت کی خوشخبری سُنائی گئی۔ اُس نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے اور متوکل کا مرض بالکل دور ہو گیا۔

( ) حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد کی جرأت و دلیری

کتاب الاستدراک میں

ابن قولویہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء السراج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے بختری نے بیان کیا کہ میں مقام منبج میں متوکل کے پاس تھا کہ اولادِ محمد ابن حنفیہؒ سے ایک شیریں چشم و خوش پوشاک شخص حاضر کیا گیا، اس پر کوئی اتہام لگایا گیا تھا۔ اُس کو متوکل کے سامنے کھڑا کیا گیا، لیکن اس نے اُس جوان کی طرف توجہ نہ دی اور فتح بن خاقان سے مصروفِ گفتگو رہا۔

اس جوان کو جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی اور متوکل نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تو وہ جوان بولا : اے امیر المومنین ! اگر آپ نے مجھ کو ادب سکھانے کے لیے بلایا ہے، تو یہ آپ خود خلافِ ادب کر رہے ہیں اور اگر اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے جو یہ اوباشوں کا مجمع لگایا ہوا ہے ان کے سامنے میرے گھر والوں کی توہین کریں، تو یہ آپ کر چکے اور لوگوں کو معلوم ہو چکا۔

متوکل نے کہا اے حنفی جوان ! خدا کی قسم اگر مجھے صلۂ رحم اور رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا، اگر میرا ضبط و تحمل مجھے نہ روکتا تو ابھی ابھی تیری زبان اپنے ہاتھ سے کھینچ لیتا، تیرا سر تیرے جسم سے

جدا کر دیتا، اس گستاخی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بخشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوطالبؑ کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنی یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا تاج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پر رکھا ہے، ہم سے چھین کر خود پہن لیں، حسینی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخنہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگیں کرنا چاہتے ہیں۔

اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل وضبط سے کام لیا ہے اور ہمارے خاندان پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ فدک جو رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اُسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابوحرملہ بن بیٹھا۔ اور تم نے میرے پدر بزرگوار محمدؐ کا جو ذکر کیا ہے تو سنو اللہ اور اُس کے رسولؐ نے اُن کو جو بلند منزلت اور عزت دی اسے تم پست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم اسے کم نہیں کر سکتے۔ تمھاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجمہ اشعار: "تمھیں اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلۂ نمیر سے ہو، نہ تم بنی کعب میں سے ہو، نہ بنی کلاب میں سے۔"

اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قید کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی اپنے ذمے لیلے۔ اور اس مظلمہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اُٹھالے اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا اس سے پہلے تو اور تیرے اسلاف بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (کہہ دو اے رسولؐ!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسولؐ کے سوال کو رد کر دیا اور رسولؐ کے قرابتداروں کو چھوڑ کر دوسروں سے مودت ومحبت کرنے لگا۔ خیر تھوڑے ہی عرصہ میں جب تو حوضِ کوثر کی طرف شدتِ عطش سے لپکے گا تو میرے جد بزرگوار (علی ابن ابی طالب علیہ السلام) تجھے وہاں سے مار بھگائیں گے اور تجھے ہرگز اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کنیزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس جوان کو پھر بُلایا اور بہت کچھ انعام واکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدارک)

(۱۱) یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ کی تفسیر

کتاب الاستدارک میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمد علیہ السلام، قرآن مجید کی ان دو آیتوں: "وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ (سورۃ الفرقان آیت ۲۷-۲۸)

ترجمہ: (اور اُس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے الرسولؐ کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔ (ترجمہ آیتؑ) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔)

کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اوّل وثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟

لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر انھوں نے یہی تفسیر بیان کی تو مجمع خود اُن سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو بنی ہاشم اور والیوں کو بلایا، اور اُن کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں فُلَانًا کہہ کر از روئے احسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المومنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ اُن کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔

متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاستدارک)

(۱۲) اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابوعون ابرش نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار حضرت امام

ابوالحسن علیہ السلام کے جنازے پر گریبان چاک کیا، اسے لوگ بُرا تصور کر رہے ہیں۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا، اے احمق! تجھ کو اس سے کیا مطلب۔ کان کھول کر سُن! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔

اچھا، اب اور سُن لے، کہ کچھ لوگ مومن پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی مومن ہی رہتے ہیں اور مومن ہی مرجاتے ہیں۔ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی کافر ہی رہتے ہیں اور کافر ہی مرجاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر مومن ہی رہتے ہیں مگر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں، اور تو اُس وقت تک نہ مرے گا جبتک کافر نہ ہو جائے اور تیری عقل سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ مرنے سے پہلے اس کی عقل زائل ہو چکی تھی، بہکی بہکی باتیں کرتا اور امامیہ (اصول وغیرہ) کی رد کرتا، اس بنا پر اُس کے لڑکے نے اُسے مکان میں بند کر دیا اور لوگوں سے ملنے کو روک دیا، پھر اسی حال میں وہ مرگیا۔

(رجال الکشی ص ۴۸۰)

بحار الانوار

باب ۵

اولادِ امام علیہ السلام
اور
حالاتِ جعفرِ کذّاب

ANSAR

(۱) ـــ اولادِ امام علی النقی علیہ السلام

کتاب اعلام الورٰی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابو محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو چھوڑا، جو آپ کے بعد درجۂ امامت پر فائز ہوئے۔ نیز حسین، محمد و جعفر کو چھوڑا، ایک دختر عائشہ نام کی چھوڑی۔

• کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حسین و محمد و جعفر کذّاب اور ایک دختر جن کا نام علیّہ تھا۔ (مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

(۲) ـــ جعفر کا کردار برادرانِ یوسفؑ جیسا

کلینیؒ نے اسحاق بن یعقوب سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ وہ میرا خط امام عصر عجل اللہ فرجہ تک پہونچا دیں، جس میں، میں نے اپنے مشکل مسائل تحریر کر دیے ہیں۔

اس کے جواب میں مولانا صاحب الزّمان علیہ السلام کے دستِ مبارک کی تحریر آئی:

وہ اللہ تمھیں ہدایت دے اور اس ہدایت پر ثابت قدم رکھے۔ تم نے میرے اہلِ خاندان اور میرے بنی عم میں سے جو لوگ میری امامت اور میرے وجود کے منکر ہیں، کے متعلق سوال کیا تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی کی نہ قرابت ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے۔ جس نے مجھ سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، اس کا حال بالکل پسرِ نوحؑ کا سا ہے۔ اب رہ گیا میرے چچا جعفر کا کردار، تو اُن کا کردار بالکل برادرانِ یوسفؑ جیسا ہے۔

(غیبتہ شیخ صفحہ ۱۸۸، احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۳)

(۳) ـــ جعفر کذّاب کا امامِ عصرؑ کی تفتیش پر مقرر ہونا

ابو خالد کابلی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسینؑ امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کے بعد امام اور حجّتِ خدا کون ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا، میرا فرزند محمدؑ جن کا نام توریت میں باقر ہے جو علم کو کما حقّہٗ شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد حجتِ خدا اور امام ہوں گے۔ اور محمدؑ کے بعد ان کے فرزند جعفرؑ امام ہوں گے جن کا نام اہلِ آسمان میں صادق ہے۔

میں نے عرض کیا، مولا یہ فرمائیں کہ انہی کا نام صادق کیوں ہے؟ حالانکہ آپؑ سب ہی حضرات (ائمہ) صادق ہیں۔

آپؑ نے فرمایا، سنو! میرے پدرِ بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور اُن سے اُن کے پدرِ بزرگوار نے اور اُن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، جب پیدا ہو، تو اس کا نام صادق رکھو، اِس لیے کہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پُشت میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام جعفر ہو گا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے اور جسارت کرتے ہوئے دعوئے امامت کرے گا، مگر وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذّاب ہو گا۔ اللہ پر افترا طرازی کرے گا، وہ ایسی چیز کا دعوٰی کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہو گا، وہ اپنے پدرِ بزرگوار کا مخالف ہو گا، اپنے بھائی سے حسد کرے گا اور ولی الٰہی کی غیبت کے وقت سِترِ الٰہی کو افشاء کرنا چاہے گا۔"

یہ فرما کر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور شدید گریہ فرمایا:

پھر فرمایا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جعفر کذّاب کو اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ نے اس امر پر مقرر کیا ہے کہ وہ اُس ولیِ خدا (ولی عصر) اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ پردۂ غیب میں رہنے والے کی کھوج لگائے۔ یہ اُنؑ کی ولادت سے ناواقف ہو گا اور اگر مل جائیں تو انھیں قتل کر دے تاکہ اس کے باپ کی میراث اسے ملے۔ (احتجاج صفحہ ۱۶۳)

(۴) ـــ جعفر کذّاب کے متعلق توقیعِ امامِ عصرؑ (عج ف)

سعد بن عبداللہ اشعری نے شیخ صدوقؒ احمد بن اسحاق ابن سعد اشعری سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے

اصحاب میں سے ایک شخص نے ہمیں آکر یہ بتایا کہ جعفر (کذاب) بن علیؑ النقیؑ نے اس کے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں اس نے اپنا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے بعد میں قیّم ہوں۔ میرے پاس ہر حلال و حرام شے کا علم ہے بلکہ اس کے علاوہ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں جن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔

احمد بن اسحاق (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا خط پڑھا تو ایک عریضہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور جعفر (کذاب) کا یہ خط بھی اپنے عریضے کے اندر رکھ کر آپؑ کے پاس روانہ کیا۔ اس کا جواب یہ آیا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : اللہ تمھیں باقی رکھے، تمھارا خط ملا اور اس کے ساتھ وہ خط بھی جو اس میں رکھا ہوا تھا۔ اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر مطلع ہوا جس کے الفاظ میں اختلاف اور مکرر غلطیاں ایسی ہیں کہ اگر تم نے اُن پر غور کیا ہوتا تو میری طرح تم کو بھی ان غلطیوں کا علم ہو جاتا۔

سنو! اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ حق کو اتمام تک پہونچا کر اور باطل کو مٹا کر رہے گا، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ خود شاہد ہے اور قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، جب ہم سب لوگ جمع ہوں گے تو جس میں ہم لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق سوال ہوگا۔ اللہ نے اس خط کے لکھنے والے "جعفر کذاب" کو مکتوب الیہ پر یا تم پر یا مخلوقات میں سے کسی پر، نہ امام بنایا ہے اور نہ اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو انشاء اللہ تمھارے لیے کافی ہوگی۔

اے عریضہ بھیجنے والے! اللہ تم پر رحم کرے واضح ہو کہ اللہ نے کسی کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ کسی کو بیکار چھوڑ دیا ہے بلکہ انھیں اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انھیں کان، آنکھ، دل اور عقل و سمجھ عطا فرمائی، پھر اُن کے پاس انبیاء بھیجے جنھوں نے آکر انھیں بشارتیں دیں، انھیں عذاب سے ڈرایا، انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا، اور اُس کی نافرمانی سے منع کیا، اور یہ لوگ اپنے خالق اور اپنے دین کی جن باتوں سے ناواقف تھے، وہ بتلائیں۔ اللہ نے ان انبیاء پر کتابیں نازل فرمائیں اُن کے پاس فرشتے بھیجے اور کھلے ہوئے دلائل و براہین اور غالب ہونے والے معجزات دیکر اُن انبیاء میں اور دیگر لوگوں میں اپنے فضل و کرم سے فرق واضح فرما دیا۔

اُن میں سے کسی کے لیے آگ کو برداً و سلاماً (ٹھنڈا) کر دیا اور اُسے اپنا خلیل

بنالیا۔ کسی سے (کوہ طور پر) کلام کیا، اور ان کے عصا کو اژدہا بنا دیا، کوئی اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتا، بیماروں کو شفا دیتا، کسی کو اُس نے طائروں کی بولی سکھا دی اور ہر شے عطا فرما دی، اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اُن پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور سلسلۂ رسالت کو ختم کیا اور اُن کی سچائی کو جس طرح ظاہر کیا، ان کی آیات و علامات و معجزات کو جس طرح واضح کیا، وہ سب کو معلوم ہے، پھر وہ قابلِ تعریف، بے مثل و باسعادت زندگی بسر کر کے دنیا سے اُٹھے، اللہ نے اُن کی قبضِ روح فرمائی۔

آپؐ کے بعد یہ امرِ ہدایت آپؐ کے بھائی، آپؐ کے ابنِ عم، آپؐ کے وصی اور آپؐ کے وارث علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد ہوا، اور اُن کے بعد اُن کی اولاد میں جتنے اوصیاء تھے یکے بعد دیگرے یہ عہدہ ان کے سپرد ہوتا گیا۔ اللہ نے اُن حضرات کے ذریعے سے اپنے دین کو زندہ رکھا، اپنے نور کو تمام کرتا رہا، پھر اُن کے اوصیاء کے اور اُن کے بھائیوں، اُن کے بنی اعمام، اُن کے اقرباء اور اُن کے رشتے داروں کے درمیان واضح فرق رکھا، تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حجّتِ خدا کون ہے محجوج کون ہے، امام کون ہے، ماموم کون ہے اور وہ اس طرح کہ ان اوصیاء کو معصوم بنایا اُنھیں گناہوں محفوظ رکھا، ہر طرح کے عیب سے دور رکھا، ہر طرح گندگی و آلودگی سے پاک رکھا، اُنھیں اپنے علم کا مخزن اپنی حکمت کا امانتدار اور اپنا محرمِ راز بنایا اور دلائل و براہین سے اُن کی تائید و مدد کی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ برابر نظر آتے اور ہر شخص امرِ الٰہی اور عہدۂ خداوندی کا دعویدار ہوتا، اور اس کی شناخت نہ ہو سکتی کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، عالم کون ہے جاہل کون ہے؟

چنانچہ اس مبطل (جعفر کذّاب) نے جو دعویٰ کیا ہے وہ باطل اور بالکل جھوٹا ہے۔ یہ اس کا دعویٰ کرنا، اللہ پر اتہام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے اُمید رکھتا ہے کہ اپنے دعوٰی کو ثابت کر سکے گا، کیا اُسے تفقّہ فی الدین (دینی معلومات) ہے؟ خدا کی قسم اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ حلال کیا ہے حرام کیا ہے، غلط کیا ہے، صحیح کیا ہے؟ کیا اس کے پاس علم ہے؟ نہیں، نہ وہ حق و باطل میں فرق جانتا ہے نہ محکم و متشابہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بلکہ حد یہ ہے کہ وہ حدودِ نماز اور اس کے اوقات سے بھی نابلد ہے، کیا اس کے پاس ورع و تقویٰ ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ اُس نے نمازِ فریضہ کو چالیس دن تک محض اس خیال سے ترک کیے رکھا کہ اُسے جادو اور شعبدہ بازی آ جائے گی، اور

شاید اس کی خبر تم لوگوں تک بھی پہونچی ہو۔

سنو! اُس کے گھر میں ظروفِ مُسکرہ (شراب کے برتن) رکھے ہوئے ہیں جو اللہ کی نافرمانی اور اُس کے عصیان کی کھلی ہوئی دلیل ہیں۔ کیا اس کے پاس کوئی معجزہ اور نشانی ہے؟ اگر ہے تو وہ پیش کرے، کوئی حجت اگر اُس کے پاس ہے تو قائم کرے، کوئی دلیل ہے، تو وہ لے آئے۔؟

اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ عزیز میں ارشاد فرماتا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ • حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ • مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ • قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ • وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ • وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ • (سورہ احقاف آیات ۱ تا ۶)

ترجمہ: (اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو رحمٰن و رحیم ہے۔ حا میم۔ کتاب کا نزول اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے (اور) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے مابین ہے ایک مقررہ مدّت کے لیے حق کے ساتھ خلق کیا۔ اور وہ جنھوں نے کفر اختیار کیا وہ اس سے رُوگرداں ہیں جس سے کہ اُنھیں ڈرایا جاتا ہے کہدے۔ غور تو کرو۔ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انھوں نے زمین میں کیا خلق کیا ہے یا اُن کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ اگر تم سچّے ہو تو میرے پاس کوئی اس سے پہلے کی کتاب یا علم کے کوئی آثار لے آؤ۔ اور اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُس کا جواب نہ دیں۔ اور اُنھیں اُن کی پکار کا شعور بھی نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہی (معبود) اُن کے دشمن اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔)

اللہ کی توفیق تمھارے شاملِ حال رہے جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے ذرا اُس کے متعلق اس ظالم سے پوچھو۔ اس کا امتحان لو، اُس سے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر ہی

پوچھ لو، یا یہ دریافت کرو کہ نماز کے حدود کیا ہیں، اس کے واجبات کیا ہیں؟ تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اس کا حال کیا ہے اور اس کا مبلغِ علم کیا ہے، اس کا سارا پردہ فاش ہو جائے گا، اس کی بے بضاعتی واضح ہو جائے گی، اور اللہ اُس سے پورا حساب لینے والا ہے۔ اللہ نے حق کو اس کے اہل میں محفوظ رکھا ہے۔ اور اس کو اس کے مستقر پر قرار دیا ہے۔ اللہ کو اس سے انکار ہے کہ امامت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد دو بھائیوں کو ملے۔ اللہ تعالیٰ جب ہمیں کھل کر کہنے کی اجازت دے گا تو حق ظاہر ہوگا اور باطل مضمحل اور پژمردہ ہو جائے گا، تم لوگوں کو خود چھوڑ بھاگے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کفایت کرے عملِ نیک اور ولایت میں۔ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔"

(احتجاج ص۱۲۲-۱۲۳)

- غیبت طوسی میں بھی تلعکبری سے اور انھوں نے اسدی سے اور انھوں نے سعد بن عبداللہ سے۔ انھوں نے احمد بن اسحاق سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(غیبت طوسی ص۱۸۴ - ۱۸۸)

⑤ — یہ ننگِ خاندان ہے

محمد بن زیاد نے اپنی ماں فاطمہ بنت محمد بن ہیثم المعروف بہ ابن سبابہ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس وقت جعفر (کذاب) پیدا ہوا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمدؑ (امام علی النقی علیہ السلام) کے گھر میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ گھر والے اس کی ولادت سے مسرور ہیں مگر جب امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپ پر مسرت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! کیا آپ اس بچے کی ولادت سے خوش و مسرور نہیں ہیں؟

فرمایا: یہ باعثِ ننگ و عار ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے ایک خلقِ کثیر گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی۔ (اکمال الدین)

⑥ — جعفر کذاب نے حضرت جعفر طیارؓ کی نسل کی ایک لڑکی فروخت کردی

علی بن محمد کا بیان ہے کہ: جعفر کذاب نے جن کنیزوں اور غلاموں کو فروخت کیا، اُن میں اُس نے حضرت جعفر طیارؓ کی نسل کی ایک لڑکی کو بھی فروخت کر دیا جس کو گھر والے پرورش کر رہے تھے۔ پھر کسی مرد علوی نے خریدنے

والے کو اطلاع دی کہ یہ لڑکی کنیز نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور حضرت جعفرِ طیّار کی اولاد میں سے ہے۔

اُس نے کہا، میں اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہوں، مگر جو قیمت میں نے جعفر کذّاب کو دی ہے اس میں سے ذرّہ برابر کم نہ کروں گا۔ وہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔

اُس علوی مرد نے یہ اطلاع اس ناحیہ والوں کو دی۔ تو ان لوگوں نے خریدار کو اکتالیس دینار بھیجے اور کہا: اس لڑکی کو اس کے ولی کے حوالے کردو۔ (کافی جلد ا صفحہ)

• واضح ہو کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں سے حسین اپنے تمام ہمعصروں کے دیانت میں سب سے ممتاز تھے۔ اپنے بھائی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پیرو اور ان کی امامت کے قائل تھے۔ یہ حرمِ عسکرین میں دفن ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمدؒ، ان کی جلالتِ شان ناقابلِ بیان ہے۔ آپ کی قبر دجلہ کے بائیں جانب بغداد کی پرانی آبادی میں ہے۔ عوام و خواص سب اُن کے روضہ کی بڑی عظمت کرتے ہیں۔ کسی سے حلف اُٹھوانا ہو تو ان کے روضے پر لیجاتے ہیں۔

بحار الانوار

باب ٦

احوالِ اصحابِ امام علیہ السلام

(۱) سہل بن یعقوب ابونواس

فحام نے منصوری سے اور اس

سہل بن یعقوب بن اسحاق الملقب بہ ابی نواس سے سر من رائے کے اندر مسجدِ معلق نامی
روایت کی ہے ۔ منصوری کا بیان ہے کہ سہل بن یعقوب کا لقب ابونواس اس لیے پڑ گیا کہ یہ لوگ
سے اچھی طرح میل جول بھی رکھتا، بہترین انداز سے اظہارِ تشیع بھی کرتا اور پھر اپنے کو گزند اور خطرے
محفوظ بھی رکھتا تھا۔

سہل کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ سنا تو مجھے ابونواس کا لقب
دیدیا اور فرمایا:

اے ابوالسری تم حق کے ابونواس ہو اور تم سے پہلے جو گذرا ہے وہ باطل کا ابونواس

(۲) اختیاراتِ ایام

سہل کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے آپ کی
خدمت میں عرض کیا کہ مولا: میرے پاس اختیاراتِ ایام (ایامِ سعد و نحس) ہیں، جو حضرت
امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہیں، جس کی روایت مجھ سے حسن بن عبداللہ بن مطہر
کی ہے اور اُن سے محمد بن سلیمان دیلمی نے بیان کیا ہے اور اُن سے اُن کے باپ نے اور ا
سے حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، اس کو آپ کے سامنے پیش کر
اس کی تصحیح کر لوں؟

آپ نے فرمایا، ہاں کرلو۔

جب میں نے آپ کے سامنے اختیاراتِ ایام پیش کر کے اس کی تصحیح کرلی تو عرض
کیا، مولا! ان ایام میں اکثر ایسے ہیں جن میں کوئی کام کرنا اچھا نہیں ہے ان میں احتیاط اور پرہیز
کی ہدایت ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا کام درپیش ہوتا ہے کہ انسان اس کے کرنے پر مجبور
ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے۔؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اے سہل! ہمارے شیعوں کے لیے ہماری محبت ہی
سب سے بڑی سپر اور تحفظ ہے۔ اگر تم لوگ ہماری محبت کو دل میں لیکر گہرے سمندروں
میں، خوفناک صحراؤں میں، درندوں اور بھیڑیوں کے غول میں یا جنّوں اور انسانوں کے دشمن
مجمع میں بھی چلے جاؤ گے تو ہم اہلبیت کی محبّت و ولایت کے صدقے میں تم صحیح و سلامت وامن و سکون
سے واپس آؤ گے۔ لہٰذا، اللہ پر بھروسہ کرو، ائمہ طاہرین کی ولایت و محبّت میں خلوص رکھو اور جہاں
چاہو جاؤ۔ (امالی)

(۳) دربان و وکیل

دربان: مناقب میں ہے کہ آپ کے دربان محمد بن عثمان عمری تھے

ثقات: آپ کے ثقات میں احمد بن حمزہ بن الیسع و صالح بن محمد ہمدانی و محمد بن جزک
الجمال و یعقوب بن یزید کاتب و ابوالحسین بن ہلال و ابراہیم بن اسحاق و خیران خادم و
نضر بن محمد ہمدانی تھے۔ نیز آپ کے وکلاء میں جعفر بن سہیل صیقل تھے۔

اصحاب: آپ کے اصحاب میں، داؤد بن زید و ابوسلیمان زنکان و حسین بن محمد مدائنی
و احمد بن اسماعیل بن یقطین و بشر بن بشار نیشاپوری شاذانی و سلیم بن جعفر مروزی و فتح بن
یزید جرجانی و محمد بن سعید بن کلثوم (اور ایک مردِ متکلم و مناظر تھے) و معاویہ بن حکیم کوفی،
و علی بن معد بن سعید بغدادی و ابوالحسن ابن رجا عبرتائی تھے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۰۲)

شاعر: فصول المہمہ میں ہے کہ آپ کے شاعر عوفی اور دیلمی تھے۔

بواب: عثمان بن سعید تھے۔

(۴) ابوالغوث شاعرِ آل محمد علیہم السلام

کتاب مقتضب الاثر احمد بن محمد عیاش

میں عبدالمنعم بن نعمان سے روایت ہے کہ حسن بن مسلم نے مجھے ایک نظم یہ کہہ کر سُنائی کہ:
ابوالغوث منبجی شاعرِ آلِ محمدؐ نے یہ نظم سر من سرائے میں سنائی تھی جس کا بیان ہے کہ ابوالغوث کا
کا اصل نام اسلم بن محرز ہے، یہ مقام منبج کا رہنے والا تھا۔ بُحتری بادشاہوں کی مدح کیا کرتا تھا،
اور صرف آل محمد علیہم السّلام کی مدح کیا کرتا تھا۔

چنانچہ خود ابوعبادہ بُحتری نے ابوالغوث کا ایک طویل قصیدہ مدحِ آلِ محمدؐ میں سُنایا۔
جس کا مطلع یہ ہے: واهت الی رویاکم ولہ الصادی ۞ ینادعت الورد السعی یذواد

(۵) — بغا غلام ترکی کے متعلق رسولؐ کی دُعا

مروج الذہب میں مسعودی

کا بیان ہے کہ بغا ایک معتصم کا ترکی غلام تھا جس نے بڑی بڑی جنگیں دیکھی تھیں دشمن کی صفوں میں گھس جاتا اور صحیح وسلامت نکل آتا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لوہے کی بنی ہوئی کوئی چیز مثلاً زرہ وغیرہ کچھ نہ پہنتا تھا۔

جب اُس سے اِس کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب کی ایک جماعت بھی تھی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے بغا! تم نے میری اُمت کے ایک شخص کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے اُس نے تمھیں دعائیں دیں اور اُس کی دُعائیں قبول ہوگئیں۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپؐ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ میری عمر طویل فرمادے۔

آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار اس کو طویل عمر عطا فرما، اور موت اس کو بھولی رہے۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! پچانوے ۹۵ سال۔

آپؐ نے بھی فرمایا، پچانوے ۹۵ سال۔

ایک شخص جو آپؐ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، اُس نے کہا، اور یہ آفات سے بچا رہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں، یہ آفات سے بچا رہے۔

میں نے اُس شخص سے پوچھا، آپ کون ہیں ؟

اُنھوں نے فرمایا، میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوگیا۔ اب میں علیؑ کا نام لیتا ہوں (اسی وجہ سے جنگ میں صفوں کے درمیان جاکر بھی بخیر وعافیت واپس آجاتا ہوں اور مجھے کوئی گزند نہیں پہونچتی)

بغا طالبین (حضرت ابوطالب کی اولاد میں سے) پر بہت مہربان رہتا اور ان کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا۔

کسی نے اُس سے پوچھا، وہ شخص کون ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا، اور اُس کا کیا واقعہ ہے ؟

اُس نے کہا، معتصم باللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس سے کوئی بدعت سرزد ہوئی تھی، معتصم اور اُس کے درمیان شب کی تنہائی میں گفتگو ہوئی۔

معتصم نے مجھے حکم دیا، اسے لیجاؤ اور درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

مجھے بھی اس شخص پر بڑا غصہ آرہا تھا۔ جب میں اُسے لیچلا، تو میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ "پروردگارا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف تیرے بارے میں گفتگو کی ہے، میں نے صرف تیرے دین کی نصرت کی ہے، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف تیری توحید کے متعلق تھا اور اس سے میرا مطلب صرف تیری اطاعت اور تیرا تقرب حاصل کرنا تھا، کسی غیر کا نہیں اور تیرے مخالف کے سامنے حق کو ثابت کرنا تھا، پھر کیا تو مجھے اپنے دشمن کے حوالے کرکے یہ سزا دلائے گا ؟"

بغا کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں کانپنے لگا، اندر سے رقت آئی اور دل میں ایک درد سا اٹھا اور قریب تھا کہ میں اُسے درندوں کے کٹہرے میں ڈال دوں کہ اچانک میں نے اُسے کھینچ لیا، اور اپنے حجرے میں لاکر اُسے چھپا دیا۔ پھر معتصم کے پاس آیا۔

اُس نے پوچھا کیا کیا ؟

میں نے کہا، میں اُس کو ڈال آیا۔

اُس نے پوچھا، وہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا ؟

میں نے کہا، میں عجمی ہوں اور وہ عربی میں کچھ بول رہا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہتا تھا؟

الغرض جب صبح ہوئی تو میں نے اُس شخص سے کہا، اب دروازے کھل گئے ہیں اور اب میں پہرے داروں کے ساتھ تجھے نکال رہا ہوں، دیکھ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تجھے بچایا ہے۔ لہٰذا کوشش کر، کہ عہدِ معتصم تک تو بالکل روپوش رہے، مگر تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرا معاملہ کیا ہے ؟

اُس نے کہا، بات یہ تھی کہ ہمارے عمال میں سے ایک فرد حرامکاری اور فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ حق کو پائمال کرتا تھا، باطل کی مدد کرتا تھا جس کی وجہ سے شریعت میں فساد پیدا ہو رہا تھا، توحیدِ الٰہی منہدم ہو رہی تھی، مگر اُس کے خلاف کوئی شخص میری مدد کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا مجبوراً ایک شب کو میں نے اس پر حملہ کرکے اُسے قتل کر دیا۔ اس لیے کہ اُس کے جرائم ایسے تھے کہ جن کی بنا پر وہ از روئے شریعت واجب القتل تھا، نتیجہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب تم کو معلوم ہے۔

(مروج الذہب)

آپؑ نے اس کے جواب میں ایک رقعہ تحریر فرمایا کہ میں نے ان کو ایک لاکھ دینار صرف کرنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد مزید ایک لاکھ دینار کا حکم دیا۔

انھوں نے کہا کہ "آپؑ کے پاس بھی کچھ رہنا چاہیے۔ مگر جب ہم کسی کو اپنے معاملہ میں دخل دینے کی دعوت نہیں دیتے تو لوگوں کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

پھر علی بن جعفر ہمدانی امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے ان کو تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔

(غیبت طوسی ص ۲۲۶)

- محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن فرج کو خط لکھا اور اس میں علی بن راشد وعیسیٰ بن جعفر اور ابن بند کے متعلق دریافت کیا۔

انھوں نے جواب میں تحریر کیا کہ: تم نے ابن راشد کے متعلق دریافت کیا ہے تو انھوں نے باسعادت زندگی گذاری اور شہید مرے۔

پھر انھوں نے ابن بند اور عاصمی کے لیے دعائے مغفرت کی اور بتایا کہ ابن بند کو ڈنڈوں سے مار مار کر قتل کیا گیا۔

- اور ابن عاصم کو جسرِ بغداد پر تین سو کوڑے لگائے گئے اور دریائے دجلہ میں پھینکدیا گیا۔

(رجال کشی ص ۵۰۲)

⑥ = فارس ایک قابلِ مذمت شخص تھا

قابلِ مذمت لوگوں میں ایک فارس بن حاتم بن ماہویہ قزوینی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن جعفر حمیری کی روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا کہ اللہ کے دین پر پختہ اعتقاد رکھو۔ فارس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم یہی کرسکتے ہو کہ اُس پر لعنت کرو، لہٰذا اس پر لعنت کرنے میں، اس کی ہتک میں، اس کے قطع اسباب میں جہاں تک ممکن ہو پوری پوری کوشش کرو۔ میرے اصحاب کو اس سے نہ ملنے دو، اس کی ہر چال کو باطل کرو۔ میرے اصحاب کو میری طرف سے یہ بتادو کہ میں اپنے اس تاکیدی حکم کے متعلق اللہ کے سامنے ان سے بازپرس کروں گا۔ نافرمان اور منکر پر ذلیل ہو۔ میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے سہ شنبہ ۹ ربیع الاول کی شب ۲۵۰ھ میں لکھی۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی بہت بہت حمد و تعریف کرتا ہوں۔

(غیبت طوسی ص ۲۲۸)

(نوٹ:)

یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق علامہ کلینیؒ نے کافی میں جلد ۱ ص ۴۹۶ پر تحریر کیا ہے کہ:

⑥ = اصحابِ امام علیہ السلام

بوطیر: نجاشی کا بیان ہے کہ ابوطیب احمد بن محمد بن بوطیر ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا، اس کا جد بوطیر حضرت امام ابوالحسن علی النقی بن محمد علیہ السلام کا غلام تھا اور اس کا نام امام علیہ السلام نے رکھا تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ روضہ کے اندر نہ جاتا تھا، باہر جالی سے آپؑ کی زیارت کرلیا کرتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ گھر کا مالک گھر کے اندر جب تک اجازت نہ دے اندر کیسے جاؤں۔ یہ بڑا با ادب تھا، دیوانوں میں جاتا، اگر کسی سے کوئی حاجت کرتا اور وہ حاجت پوری کردیتا تو خوش ہوتا، اُس کا شکریہ ادا کرتا، اگر کوئی حاجت پوری کرنے کا وعدہ کرتا، تو اس کے پاس دوبارہ جاتا، اگر اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو خیر، ورنہ تیسری بار پھر جاتا، اگر اُس نے حاجت پوری کردی تو خیر، ورنہ وہیں کھڑا ہوجاتا، اور اُس کے پاس خواہ دو ایک آدمی ہوں یا مجمع ہو وہ یہ اشعار پڑھتا:

ترجمہ اشعار: "کیا تمھارا ارادہ یہ ہے کہ پلِ صراط پر پہونچ کر اپنے کیے ہوئے اس وعدے کو پورا کروگے۔ یا، یہ ارادہ ہے کہ قیامت میں تم یہ جود و بخشش کروگے۔ جناب میں نے آپ سے دنیا میں مانگا ہے، خوابِ غفلت سے بیدار ہوجائیے۔"

(امالی)

ایوب بن نوح:

عمر بن سعید مدائنی جو فطحیہ مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایوب بن نوح آئے اور سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ آپؑ نے ان کو کسی کام کے لیے کہا، پھر پلٹے اور میری طرف رُخ کرکے کہا، اے عمر! اگر تم اہلِ جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔

علی بن جعفر ہمدانی:

آپؑ کے اصحاب میں سے علی بن جعفر ہمدانی تھے۔ یہ ایک مردِ فاضل و پسندیدہ اور حضرت ابوالحسن اور ابومحمد علیہما السلام کے وکیل تھے۔

علی بن محمد ایادی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوجعفر عمری نے بتایا کہ ایک مرتبہ ابوطاہر بن بلال حج پر گیا، دیکھا کہ علی بن جعفر ہمدانی وہاں عظیم داد و دہش کررہے ہیں۔ اس نے حضرت ابومحمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا۔

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابوالحسن ہادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے پوچھا، کیا آلِ فرج میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں، عمر فارس مر گیا۔

آپ نے فرمایا، "الحمدللہ"۔

میں نے شمار کیا تو آپ نے چوبیس مرتبہ الحمدللہ کہا۔

میں نے عرض کیا، مولا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس کی موت پر اتنے خوش ہوں گے تو میں پاپیادہ دوڑتا ہوا آکر آپ کو اس کی اطلاع دیتا۔

آپ نے فرمایا، تمھیں معلوم نہیں کہ یہ کون تھا؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

آپ نے فرمایا، یہ وہ شخص تھا جس نے میرے پدر بزرگوار سے دورانِ گفتگو یہ کہا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت نشے کے عالم میں ہیں۔

میرے پدرِ بزرگوار نے فرمایا، پروردگارا! تو جانتا ہے کہ میں روزے سے ہوں، تو اسے سلبِ مال اور ذلتِ اسیری میں مبتلا کر۔

چند ہی دنوں میں اس کا سارا مال جاتا رہا اور اس کو قید کر دیا گیا، اور اب وہ مرا ہے۔ اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور ہی رکھے۔ (کافی جلد ۱ ص ۴۹۶)

(۷) ابوالہاشم جعفری

عبداللہ بن عیاش سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام بیمار ہوئے تو ابوالہاشم جعفری نے چند اشعار کہے جن کا خلاصہ یہ ہے:

"تعجب ہے کہ آپ کیسے بیمار ہو گئے، آپ تو مجسم دوا ہیں۔ آپ دین و دنیا کے مریضوں کا علاج کر دیتے ہیں بلکہ مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور صرف مُردوں ہی کو نہیں بلکہ زندوں کو بھی نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔" (اعلام الوریٰ ص ۳۴۸)

(۸) میں نے ابو علی کو حسین بن عبدربہ کا قائم مقام بنایا

رجال کشی میں ہے کہ میں نے جبریل بن احمد کے دفتر کی ایک تحریر دیکھی جس میں لکھا تھا

کہ مجھ سے محمد بن عیسیٰ یقطینی نے بیان کیا کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے ۲۳۲ھ میں علی بن بلال کو یہ خط تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اللہ کے نبی حضرت محمدؐ اور اُن کی آل پر درود بھیجتا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نے حسین بن عبدربہ کی جگہ اُن کا قائم مقام ابو علی کو بنا دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ دیانت و امانت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے جوار کے شیخ اور بزرگ ہو تمھارے امتیاز و اکرام کے پیشِ نظر میں تمھیں یہ خط لکھ رہا ہوں، تمھارا فرض ہے کہ ابو علی کی اطاعت کرو۔ اور وہ تمام چیزیں جو تمھارے پاس بطور امانت ہیں وہ اُن کے حوالے کرو میرے ماننے والوں کو اُن کی طرف متوجہ کرو اُن کا تعارف کراؤ تاکہ اُن کو کام کرنے میں مدد ملے، اس سے ہماری نظر میں تمھارا وقار بڑھے گا ہماری خوشی کا سبب ہوگا۔ اس کا تمھیں اللہ کی طرف سے اجر ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جسے چاہتا ہے بہترین عطا اور عمدہ جزا دیتا ہے۔ میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

یہ تحریر میں نے خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے اللہ کا بے حد شکر و حمد۔" (رجال کشی ص ۴۳۲)

(۹) ابو علی بن راشد کے متعلق امامؑ کا اپنے ماننے والوں کے نام خط

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کا ایک خط ابنِ راشد کے پاس تھا جو آپ نے اپنے ماننے والوں کے نام تحریر فرمایا تھا جو بغداد و مدائن اور ان کے قرب و جوار میں رہتے تھے جس کا مضمون یہ تھا۔

"الحمدللہ، کہ میں بخیر و عافیت ہوں درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبیؐ اور انؐ کی آل پر بہترین و کامل ترین درود۔ واضح ہو کہ میں نے ابو علی بن راشد کو حسین بن عبدربہ کا اور ان سے پہلے لوگوں کا جو ہمارے وکلاء میں سے تھے اس کو قائم مقام بناتا ہوں۔ اور اس کو ان تمام چیزوں کا والی بناتا ہوں جس کے والی ہمارے وکلاء اس سے پہلے تھے تاکہ وہ میرے حقوق وصول کرے میں نے اس کو تم لوگوں پر مقرر و منتخب کیا ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے اور واقعتاً وہ اس کا اہل ہے۔

لہٰذا اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ میرے حق کا سارا مال اس کے حوالے کر دو اور اس کو اپنے دل میں بُرا نہ محسوس کرو۔ اللہ کے حکم کی اطاعت میں تعجیل کرو اسے ادا کر کے اپنے اموال کو حلال کر لو۔ دیکھو! نیکی اور پرہیزگاری میں لوگوں سے تعاون کرو۔ گناہ اور سرکشی میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ تم سب لوگ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے

پکڑلو، تاکہ اگر تمھیں موت آئے تو اس وقت تم مسلمان ہی رہو۔
یاد رکھو! اُس کی اطاعت میری اطاعت ہے، اُس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ لہٰذ
راستہ اختیار کرو کہ اللہ تمھیں اس کا اجر دے اور تم پر اپنے فضل و کرم میں اضافہ کرے۔ بیشک ا
بہت وسعتِ رزق دینے والا اور کریم ہے، وہ اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے۔ ہم اور تم سب
اللہ کی ودیعت اور امانت ہیں اور اس کے حفظ و امان میں ہیں۔

"میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے۔ اللہ کی بیحد حمد اور بہت بہت شکر"

(رجال الکشی ص ۴۳۳)

ایک دوسرے خط میں یہ تحریر فرمایا تھا۔ اے ایوب! میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم
اور ابوعلی کے درمیان کوئی الجھاؤ نہ رہے بلکہ تم میں سے ہر ایک کو جو کام سپرد کیا گیا ہے وہ اپنا
کرے اور اپنے قرب و جوار کے معاملات درست کرے تم لوگوں کو جن جن باتوں کا حکم دیا گیا
اُن کو بجالائے تو ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

اے ابوعلی! میں نے جو حکم ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔

اے ایوب! اگر اہلِ بغداد و اہلِ مدائن میں سے تمھارے پاس کوئی چیز لائے تو اسے ق
نہ کرنا، اور اگر تمھارے علاقے سے باہر کا کوئی شخص کوئی چیز لائے تو اُس سے کہہ دو کہ وہ اپنے علاقے
وکیل کے سپرد کرے۔

اے ابوعلی! جو حکم میں نے ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔ تم دونوں
سے ہر ایک کو جس جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اسی کام کو انجام دے۔

(رجال الکشی ص ۴۳۳)

(۱۰) الیسع بن حمزہ قمی کو دعا کی تعلیم

مہج الدعوات میں الیسع بن حمزہ قمی
سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک بار عمرو بن مسعدہ وزیرِ معتصم خلیفہ کی طرف سے مجھ
ایک سخت مصیبت آپڑی، اور خطرہ یہ تھا کہ کہیں خون نہ بہا دیا جائے۔ میں نے اپنے آقا و
حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو عریضہ لکھا اور اس میں اپنی مصیبت بیان کی۔
آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، تمھیں ڈرنے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت
نہیں ہے تم ان کلمات کے ساتھ دعا کرو، اللہ تم کو اس مصیبت سے نجات دے گا جس میں
مبتلا ہو، اللہ تمھیں اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ آلِ محمدؐ بھی جب کسی سخت مصیب
میں گرفتار ہوتے ہیں یا کوئی دشمن نمودار ہوتا ہے، یا فقر و افلاس کا خطرہ ہوتا ہے یا غمگین ہوتے ہ

تو اُنہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

الیسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ جو کلمات میرے مولا نے تحریر فرمائے تھے میں
نے دن کے ابتدائی حصے میں اُن ہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کی، اور خدا کی قسم ابھی دن کا
ایک حصہ ہی گذرا تھا کہ میرے پاس عمرو بن مسعدہ کا آدمی پہونچا اور کہا چلو، وزیر نے تم کو بُلایا ہے
میں اُس کے پاس پہونچا، تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور حدّاد کو حکم دیا کہ اس کی
ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹ دی جائیں۔

حدّاد نے میری ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹ دیں اور میں رہا ہو گیا۔

پھر اُس نے میرے لیے ایک بہترین خلعت کے دیے جانے کا حکم دیا، تحفے میں
کچھ عطر وغیرہ دیے، مجھے اپنے قریب بلایا، باتیں کیں، مجھ سے معذرت خواہ ہوا اور جو کچھ اُس نے میرا
مال و املاک ضبط کیا تھا سب واپس کر دیا۔ نیز میرے ساتھ اور بھی نیک سلوک کیے اور مجھے
اپنی جاگیر پر واپس کر دیا، بلکہ کچھ جائیداد جو اس سے متصل تھی وہ بھی میرے حوالے کر دی

(مہج الدعوات ص ۳۳۸)

(۱۱) میرے لیے حائرِ حسینی میں دعا کی جائے

ابوہاشم سے روایت ہے اس کا
بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپؑ نے میرے
اور محمد بن حمزہ کے پاس آدمی بھیجا، مگر محمد بن حمزہ مجھ سے پہلے آپؑ کی خدمت میں پہونچ گئے۔
انھوں نے مجھے بتایا کہ امام علیہ السلام مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ (میری صحت کی دعا
کے لیے) کسی کو حیر (حائرِ امام حسینؑ پر) بھیجو۔

میں نے محمد بن حمزہ سے کہا، پھر تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ آقا، میں جاتا ہوں۔
اس کے بعد میں حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا: آقا، میں آپؑ پر فدا ہوں، میں حیر (حائرِ حسینی پر)
جاؤں گا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، مگر اس کے متعلق خوب سوچ لو (اس لیے کہ متوکل نے زیارتِ
قبرِ حسینؑ کے متعلق حکمِ امتناعی جاری کر دیا ہے)۔

پھر آپؑ نے فرمایا، محمد بن حمزہ یہ صحیح ہے کہ زید بن علی کا معتقد نہیں ہے، اور
میں نہیں چاہتا کہ وہ یہ بات سُنے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ علی بن بلال سے کیا، تو اس نے کہا، انھیں حیر کی